الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

ملت کا ترجمان

ماہنامہ

لاہور

امیر اہلسنت

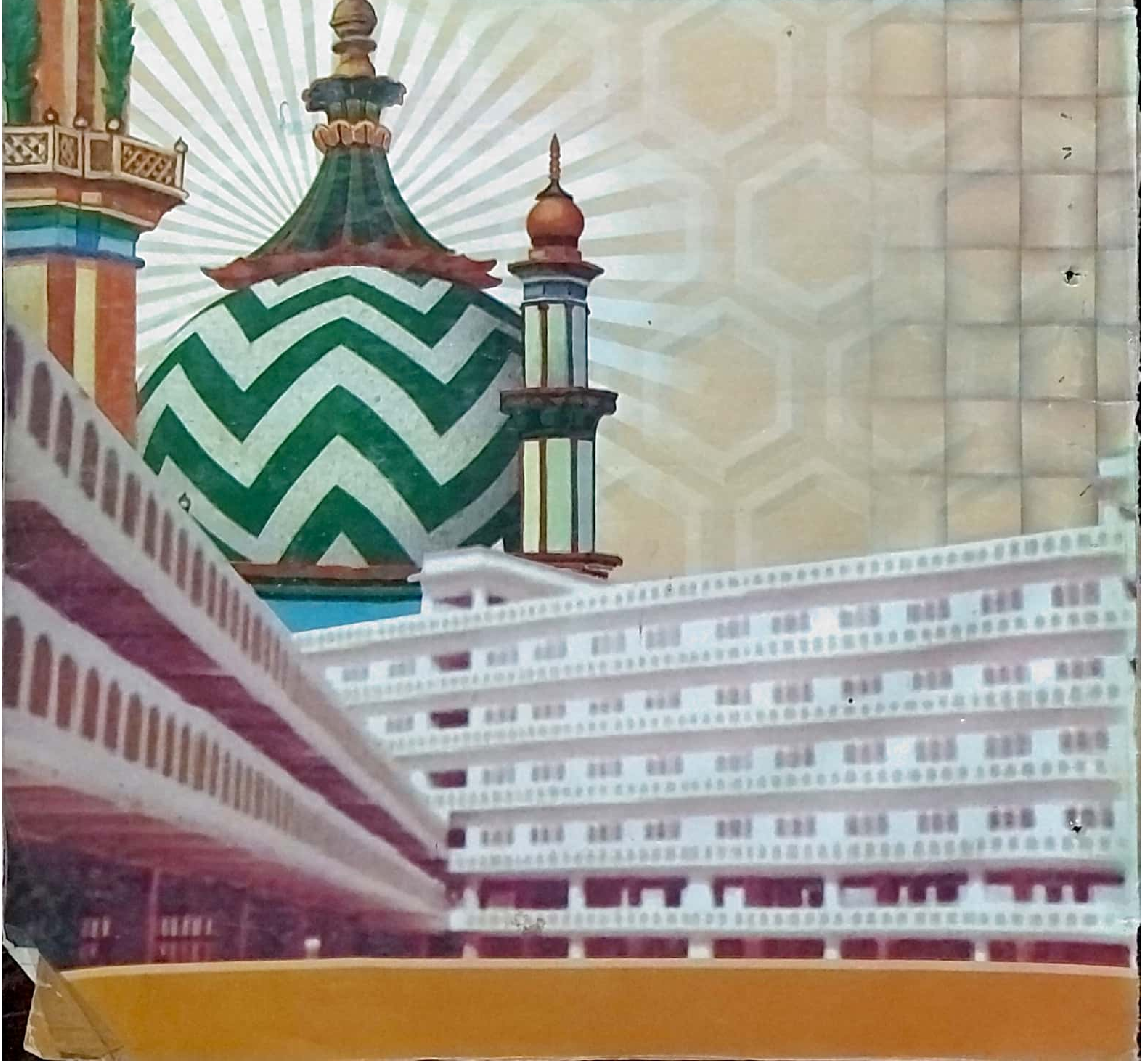

اس سفرنامے کا نام بہت سادہ ہے اتنا ہی بامعنی ہے ہم لوگ مغرب جاتے ہیں تو سیر کے لیے جاتے ہیں ۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس عمل کا اعتراف کھلے دل سے کیا یوں بھی قرآن حکیم میں سیرو فی الارض کے الفاظ کئی دفعہ آئے ہیں اللہ کے بندوں کو اللہ کی زمین کی سیر کرنی چاہیے ۔تا کہ انہیں فطرت کے سارے رنگ نظر آئیں کس طرح اللہ نے زمین کر بچھایا اُس پر درخت پھول ، پہاڑ ، سمندر اور دریا سجا دیئے اور انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر ان سب سے استفادہ کرنے کی ہدایت کی ۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ سفرنامہ اصل میں ایک دل والے انسان کا خوبصورت اور پاکیزہ تجربہ ہے انہوں نے یہ کتاب لکھ کر تمام لوگوں کو اپنا ہم سفر بنایا ہے ۔کبھی کبھی تو لگتا ہے جیسے ہم راز بھی بنایا ہے ۔سادگی ، سپردگی ، وابستگی اور وارفتگی سے تمام معاملات کو بغیر کس لگی لپٹی کے لکھ دیا ۔یہ بے ساختہ پن ایک والیانہ پن اور بانکپن پیدا کرتا ہے جو پڑھنے والوں کے دل کو چھو لیتا ہے ہمارے مذہبی لوگوں کو ایسی تحریریں لکھی جائیں تا کہ دوستوں کو مذہب کے ساتھ محبت پیدا ہو ایک فرانسی قول ہے ۔

کہ تخلیق کے دو ماخذ ہیں ۔سفر اور خواب ، مجھے لگتا ہے کہ ان دونوں تجربوں کو ڈاکٹر صاحب نے ایک تجربہ بنا کر اپنے لفظوں کی آنکھوں میں رکھ دیا ۔یہ ایک خوب صورت تحریر ہے سفرناموں کی بہت سی کتابوں کے درمیان یہ کتاب ایک منفرد صحیفے کے طور پر ہمیشہ زندہ رہے گی ۔

مغرب کے بارے میں ہمارے تاثرات عجیب وغریب قسم کے ہیں ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر کے ذریعے ہمیں مغرب کو سمجھنے میں آسانی ہو گی اس کے لیے ہم ڈاکٹر صاحب کے شکر گزار ہیں ۔

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

ہیں جو ہیرے سیرت امیر اہلسنت کی
انہی سے بن گئی صورت تعمیم اہلسنت کی

ملک کا ترجمان

فیضان

امیر اہلسنت لاہور

مارچ اپریل 2007

رُکن کونسل آف جرائد اہلسنت لاہور

بیاد خاص
شیخ الحدیث، محدث اعظم پاکستان
مولانا محمد سردار احمد قدس سرہٗ
سردار آباد

فیضان نظر
شہزادہ امام احمد رضا بریلوی
حضور مفتی اعظم ہند نوری

ایڈیٹر محمد وسیم قادری

اس شمارے پر ایک نظر

مکاتیب رضا نمبر

مجلس انتظامیہ
برکات احمد نیاز سیالوی
محمد تحسین رضا قادری
محمد فہیم رضا قادری

مجلس مشاورت
جام حبیب قادری
(سرکولیشن منیجر)
محمد عبدالغفار قادری
محمد انیس عطاری
محمد عرفان توگیروی
حافظ محمد رفیق اشرفی
محمد سکندر عطاری

ہدیہ فی شمارہ ________ 15 روپے
سالانہ ________ 200 روپے
ہندوستان...... 25 روپے ...... بیرون ممالک...... 20 پاؤنڈ
لائف ممبر شپ .... 300 سو ڈالر
امانت ہیں ... ماہنامہ امیر اہلسنت لاہور لکھیں
مسلم کمرشل بینک ... اکاؤنٹ نمبر 4-1437

رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے پڑھنے سے پہلے ذرا غور کریں کہ آپ کا سالانہ زرتعاون ختم تو نہیں ہو گیا اگر ایسا ہے تو فوراً منی آرڈر یا ڈرافٹ کے ذریعے اس کی ممبر شپ فیس روانہ فرما دیں اور رسالے کو جلا بخشیں۔ (ادارہ)

امیر اہلسنت پبلی کیشنز خنجر روڈ اچھرہ پال لاہور
0300-4541210
042-5044456

اپنوں کی اصلاح اور مکاتیب رضا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے رد بدمذہباں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اس طرح امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے اتباع سنت مصطفیٰ ﷺ میں بھی ایک عمدہ مثال پیش کی۔ مضمون کو شروع کرنے سے پہلے ایک روایت پیش کرتا ہوں جو دلوں میں امام اہلسنت علیہ الرحمۃ الرضوان کے مرتب بلند کو مزید راسخ کردے گی۔

”حکیم عبداللطیف فلسفی خاندان اطبائے لکھنؤ کے چشم و چراغ اور طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پرنسپل تھے نے ایک موقع پر بیان فرمایا تھا کہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے ایک امتحان کے موقع پر نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی سابق صدر امور مذہبی حیدرآباد دکن نے اکابر علماء حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی، حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، استاذ العلماء مولانا مشتاق احمد کانپوری، حضرت مولانا سید سلیمان اشرف چیئرمین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے دریافت کیا کہ حضور انور ﷺ کے عمامہ شریف میں کتنے پیچ ہوتے تھے؟ مولانا سید سلیمان اشرف نے فرمایا اس کا جواب صرف مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ دیتے مگر افسوس کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں! مولانا کے اس فرمان کی تمام علماء نے تائید کی۔ اتباع رسول کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ [مکتوبات رضا صفحہ ۱۸]

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی نے دین متین کی جس انداز میں تبلیغ فرمائی اور اسلامی علوم وفنون میں جو ندرت وحسن پیدا کیا اور تحریک عشق رسول کو جس سوز و دردمندی سے فروغ دینے کی جاں فروشانہ بازی لگائی اس کا اندازہ ان مکتوبات شریفہ مطالعہ سے ہو سکے گا۔

یہاں پر اس واقعہ کو پیش کرنے کا مقصد قارئین کے ایمان کو تازہ کرنا تھا اب آگے بڑھئے اور دیکھئے کہ ہمارے عظیم رہنما نے اپنوں کی اصلاح کیلئے کون سا راستہ اختیار کیا اور ان کو سیدھی راہ پر لانے کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا گیا زبان ولب ولہجہ کا انداز کیسا تھا؟ اس اصلاح میں عزت نفس کا کس قدر احترام رکھا گیا؟ چند مسائل میں اختلاف رائے رکھنے والے سنی علماء کو عزت واحترام کس قدر ملا اعلیٰ حضرت نے دین کے مسائل کو سمجھانے کیلئے کیسے کیسے عمدہ القاب سے یاد فرمایا ہے آج کوئی ایسا جو پاسبان مسلک رضا کا دعویٰ تو ہر کوچہ وبازار میں کرتا ہو لیکن سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ الرضوان جیسا حسن اخلاق، اپنوں کیلئے پرسوز دل اور باہمی اختلاف وانتشار کو مٹانے کیلئے اپنی زبان وقلم میں اس قدر شائستگی حکمت اور موعظہ حسنہ کا خیرخواہ جذبہ رکھتا ہو آج اس پرفتن دور میں جہاں ہم مختلف شعبوں میں قحط الرجال کا شکار اور مجموعی طور پر بدمذاہب کے پروپیگنڈے کے سامنے مفلس ولاچار ہیں بالکل اس طرح بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہم اپنے باہمی جھگڑوں اور اختلافات کے خود ذمہ دار ہیں ہمارے بعض مہربان بعض چھوٹے چھوٹے مسائل کو اس قدر بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ عوام کو وہ عقائد حقہ سے بھی زیادہ اہم معلوم ہوتے ہیں نتیجہ ساری توجہ اس طرف مبذول ہو جاتی ہے اور دشمن اس دوران ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔

اب تو شاید یہ بات عام سنی مسلمان بھی محسوس کر رہا ہو کہ کس طرح ایک سازش کے تحت سنیوں کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔ ان کی

Scanned with CamScanner

اجتماعی طاقت کو کس گھناؤنے انداز میں پارہ پارہ کیا جارہا ہے۔ کس منصوبے کے تحت سنی مسلمانوں کے حقوق کو غصب کیا جارہا ہے دو بھائیوں کو آپس میں لڑوا کر اپنے کام میں مصروف ہے۔ دونوں دیکھ رہے ہیں لیکن اسے منع نہیں کرسکتے اپنے اختلاف کو نہیں مٹا سکتے اپنی انا کو ختم نہیں کرسکتے اپنے بھائی کی چھوٹی سی خامی پر پردہ پوشی نہیں کرسکتے اور اس کے دکھ درد کا مداوا نہیں کرسکتے۔ اس کی مدد نہیں کرسکتے۔ اگر کچھ کرسکتے ہیں تو ایک دوسرے کی غیبت ایک دوسرے کی ٹانگ بآسانی کھینچ سکتے ہیں علی الاعلان کسی کی توہین و تذلیل کرسکتے ہیں کسی کی دل آزاری کرسکتے ہیں کسی کے زخموں پر مزید نمک چھڑک سکتے ہیں کیا یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے کیا یہی فکر رضا کیا یہی شاہراہ سواد اعظم ہے۔

دعوت دین کیلئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ایک پرسوز مکتوب ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں کیا یہ ہمارے لئے بھی قابل عمل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم٥ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم مولانا المکرم ذمی المجد دو الکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ! حالات حاضر و مصائب دائرہ نے اسلام و مسلمین کو جس درجہ سراسیمہ و پریشان کیا ہے، آپ جیسے واقف کار حضرات سے مخفی نہیں، علمائے اہل سنت و جماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہوں گے تو خدانخواستہ وہ دن دور نہیں کہ سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ چارۂ کار نہ پائیں گے۔ انہیں ضرورتوں کو محسوس کرکے علمائے اہلسنت کا ایک مہتمم بالشان جلسہ ۲۲، ۲۳، ۲۴ شعبان المعظم روز دوشنبہ سہ شنبہ، چہارشنبہ کو ہونا قرار پایا ہے۔ جناب کی اعانت دینی و توجہ مذہبی سے امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لاکر اپنے مفید مشوروں اور مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال فرمائیں گے اور جو صاحب اس کار خیر میں اپنے صرف کیلئے متحمل نہ ہوسکیں جلسہ ان کی خدمت کیلئے حاضر ہے۔ مع الاکرم فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۲ شعبان المعظم ۳۹ھ [مکتوبات امام احمد رضا خان صفحہ نمبر ۷۵]

قارئین یہ خط کسی نواب کو نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے ایک ہونہار شاگرد و خلیفہ ملک العلماء ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمارہے ہیں اس دعوت نامہ میں جس قدر عزت و احترام سے نوازا گیا ہے اے کاش آج بھی بڑے چھوٹوں کے ساتھ اس طرح خوش اخلاقی سے پیش آئیں تو اصاغر بھی اکابر پر جاں چھڑکنے والے ثابت ہونگے۔ اے کاش ہماری بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتیں تو آج ہر طرف سنیت کا بول بولا ہوتا بچہ بچہ صحیح العقیدہ سنی ہوتا زمانے میں پچیس صفر کا دن کیا آتا ہر شخص اپنی مصروفیات چھوڑ کر یوم رضا مناتا۔

مولانا معین الدین اجمیری کا رسالہ القول الاظہر جو حیدرآباد سے حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام شائع ہوا اس رسالہ میں مولانا اجمیری مرحوم نے خلاف توقع تحریف کی جب یہ رسالہ امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے پاس پہنچا تو اس کی اصلاح کیلئے کہ اذان ثانی جمعہ خارج از مسجد سنت ہے کیلئے آپ نے محبت سے لبریز ایک خط تحریر فرمایا۔ ایسے خوبصورت الفاظ شاید ہی کسی نے حضرت مولانا انوار اللہ صاحب حیدرآبادی قدس سرہ کو خط میں تحریر فرمائے ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم٥ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ بشرف ملاحظہ والائے حضرت بابرکت جامع الفضائل لامع الغواصل،

شریعت آگاہ طریقت دستگاہ حضرت مولانا الحاج مولوی انوار اللہ خاں صاحب بہادر بالقابہ الف

سلام مسنون، نیاز مشحون، ہدیہ مجلس ہمایوں! یہ سگ بارگاہ بیکس پناہ قادریت غفرلہ ایک ضروری دینی عرض کیلئے مکلف اوقات گرامی، پرسوں

روز شنبہ شام کی ڈاک سے ایک رسالہ القول الاظہر مطبوعہ حیدر آباد سرکار اجمیر شریف سے بعض احباب گرامی کا مرسلہ آیا جس کی لوح پر حسب الحکم عالی جناب لکھا ہے، یہ نسبت اگر صحیح نہیں تو نیاز مند کو مطلع فرمائیں ورنہ طالب حق کو اس سے بہتر تحقیق حق کا کیا موقع ہوگا، کسی مسئلہ دینیہ شرعیہ میں استر کشاف حق کیلئے نفوس کریمہ جن جن صفات کے جامع درکار ہیں بفضلہ عزوجل ذات والا میں سب آشکار ہیں علم وفضل وانصاف، عدل، حق گوئی، حق جوئی، حق دوستی، حق پسندی پھر بحمدہ لقائی غلامی خاص بارگاہ بیکس پناہ قدریت جناب کو حاصل اور فقیر کا منہ تو کیا قابل، سرکار کا کرم شامل حال اس اتحاد کے باعث، حضرت کی جو محبت و وقعت قلب حقیر میں ہے، مولیٰ عزوجل اور زائد کرے یہ اور زیادہ امید بخش ہے، اجازت عطا ہو کہ فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے اور خالص کریمانہ جواب لے۔ یہاں تک کہ حق کا مالک حق واضح کرے۔ حقیر بارہا لکھ چکا اور اب لکھتا ہے کہ اگر اپنی غلطی ظاہر ہوئی بے تامل اعتراف حق کرے گا۔ یہ امر جاہل متعصب کے نزدیک عار مگر عند اللہ وعند العقلاء اعزاز و وقار ہے اور حضرت تو ہر فضل کے خود اہل ہیں۔ وللہ الحمد میر کہ ایک غلام بارگاہ قادری، طالب حق کا یہ مامول حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے مقبول ہو۔ **اللھم آمین بالخیر یا ارحم الراحمین** اگر چہ ایک نوع جرأت ہے رجسٹری جواب کو ۳ کے ٹکٹ ملفوف نیاز نامہ ہیں۔ **والتسلیم مع التکریم**

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ دوازدہم شہر رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ **(ایضا ۷۹)**

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''مگر وہابیہ نے تازہ خم کے باعث اور قبول عدول کیا اور بعض حساد کا ساتھ دیا مخالف تحریرات شائع کیں جن کا جواب ادھر سے دیا گیا، وہ جانتے تھے کہ اس زمانے میں ادنیٰ ادنیٰ بات پر ایک فرقہ بن کر باہمی جنگ وجدال شروع ہو جاتا ہے جس سے دوسری اقوام کی نظروں میں فریقین ذلیل وخوار دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان کو تضحیک کا موقع ملتا ہے''۔

پھر لکھتے ہیں'' کاش انہیں مصالح پر نظر فرما کر جیسے اللہ ورسول کو گالیاں دئے جانے میں ہمیشہ خاموش رہے اور اب تک خاموش ہیں ۱۳۲۲ھ کی طرح ایک فرعی غلطی پر سکوت کرتے جیسے جب کوئی شور نہ ہوا، اب بھی نہ ہوتا یا یہ ایسا ہی فرض اہم تھا تو ایک صاحب ادا کر چکے۔ دوم وسوم کو تجدید جدال کی حاجت نہ تھی کہ بات بڑھانے سے بڑھتی ہے مگر ان حضرات کی مطلعت دینی اور عزم تفرقہ اندازی کا حاصل یہ رہا کہ ہم سب کچھ کہیں رسالے کے رسالے تیرے رد میں شائع کریں۔ یہ نہ جنگ وجدال ہے نہ تفرقہ اندازی نہ تمیز قوموں کو تضحیک کا موقع مگر تو جواب دے یہ سب کچھ ہے یونہی ہوگا شاید اس میں بھی میرا ہی فہم خطا پر ہو۔ بہرحال ایک سنی مسلمان کی غلط فہمی اور وہ بھی ایسی کہ اس کا دفع فرض خصوصا جبکہ وہ درخواست کر رہا ہے کہ میرے شبہات کی تسکین ہو جائے۔ میں قبول حق کے لئے حاضر ہوں۔ اس کو یہ جواب کیا مناسب ہے کہ تو نہ بول مصلحت کے خلاف ہے۔ طلب حق میں وقت صرف مصلحت کے خلاف ہے۔ طلب حق میں وقت صرف کرنا بے ضرورت نہیں ہو سکتا۔ مگر نیاز مند نے حضرت سے مطارحہ نہ چاہی تھی۔ (ایضا صفحہ نمبر ۸۱)

قارئین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نے اس خط میں کس قدر عاجزی انکساری کے الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ اور یہاں تک تحریر فرمادیا ہے۔ کہ شاید اس میں بھی میرا ہی فہم خطا پر ہو، اور میں قبول حق کے لئے حاضر ہوں آج ہم میں کوئی اپنی غلطی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں کوئی قبول حق کی طرف مائل نہیں اے کاش اعلیٰ حضرت کے صدقے ہمیں بھی ایسا جذبہ مل جائے ہم بھی سنی مسلمان بھائیوں کیلئے وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرنے والے بن جائیں۔ اس کے بعد آپ بیس مؤدبانہ سوال تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔

یہ تو وثوق ہے کہ حضرت ایک سائل، طالب حق کا سوال ردنہ فرمائیں گے مگر اگر ارشاد جواب میں تاخیر ہو تو رفع انتظار کے لئے اتنا تحریر فرما دینا کہ اتنے دنوں کے بعد جواب عطا ہوگا، کرم سامی سے بعید نہیں کل تصانیف گرامی کا شوق ہے، اگر بہ قیمت ملتی ہوں، قیمت سے اطلاع بخشی جائے، دوجلد قادیانی مخذول کے چند صفحات دیکھے تھے ایک صاحب سے ان کی تعریف کی وہ لے گئے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ (۱۸ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ) ایضاً صفحہ ۸۶

اب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کی مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوہ سے خط وکتابت کا شگفتہ انداز تحریر بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

اس خط کے بارے میں رئیس التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں۔

''اب آپ مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوہ کے نام امام احمد رضا کے خطوط کی زبان کا خاص طور پر جائزہ لیں۔ حضرت شیخ الاسلام کے ساتھ امام احمد رضا کا اختلاف صرف علمی سطح کا تھا۔ اسی لئے تحریر میں ان کی شخصیت کی عظمت کا اعتراف سطر سطر سے نمایاں ہے۔

لیکن مولانا محمد علی مونگیری چونکہ عقیدہ کے الزام میں ملوث تھے اس لئے آپ واضح طور پر محسوس فرمائیں گے کہ ان کے خط میں امام احمد رضا کی تحریر کا رنگ کافی بدلا ہوا ہے۔ اس کے باوجود ''جاں پرسوز'' اور ''سخن دلنواز'' کی خوشبو سے پورا خط معطر ہے (دعوت حق مکتوبات رضا کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ الحمدللہ و کفٰی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

بعد ماہوالمسنون ملتمس، یہ بعض خدام اجلہ علمائے اہلسنت کے سوالات محض بنظر اتضاح حق حاضر ہوئے ہیں۔ اخوت اسلامی کا واسطہ دے کر بہ نہایت الحاح گزارش کہ للہ خالص انصاف کی نگاہ سے نور کامل فرمایا جائے واقعی عرض ہے کہ ان میں کوئی غرض نفسانیت ملحوظ نہیں صرف تحقیق حق منظور ہے ولہٰذا باوصف خواہش احباب ہنوز ان کی اشاعت نہ کی کہ اگر حضرات بتوفیق الٰہی جل وعلا خود ہی اصلاح ماصدو دفع مفاسد فرمالیں تو خواہی نخواہی، افشائے زلات کی کیا حاجت''؟

مولانا ایک ایک سوال کو تامل بالغ سے فرما کر غور ہو کہ اگر ان خادمان سنت ہی کے خیالات حق ہیں تو معاذ اللہ حزر رسائی مذہب اہل سنت میں سعی کیسی سخت بات اور روز قیامت کس قدر باعث شدت مواخذت ہے''۔ (صفحہ نمبر ۸۸)

اس پر رئیس التحریر تبصرہ فرماتے ہیں: ''خط کے اس اقتباس میں پردہ پوشی اور خیر اندیشی کا یہ جذبہ خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ ملزمین کو عوام کی نگاہوں میں رسوا کرنے کے بجائے خود انہیں اپنی اصلاح کا موقع دیا جائے۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود معاصرین امام احمد رضا کو جارح کہتے ہیں۔

(دعوت حق مکتوبات رضا کی روشنی میں)

یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک شریعت مطہرہ کی طرف سے واجب نہ ہو جائے حتی الامکان اپنے مسلمان بھائی کی بھی پردہ پوشی کی جائے اور کوئی مضمون خط یا رسالہ عوام میں شائع نہ کیا جائے یہی طریقہ امام اہلسنت علیہ الرحمہ کا رہا ہے لیکن افسوس کہ آج پاسبان مسلک رضا و خادم اہلسنت کے دعویدار اعلیٰ حضرت کے اس طرز عمل کی طرف قطعاً توجہ نہیں فرماتے آگے بڑھنے کا شوق، شہرت حاصل کرنے کا جنون کہیں کا نہیں رہنے دیتا۔ اہلسنت کی صفوں کو تہس نہس کر کے صرف اپنا شہرہ چاہیے ان احباب کے اس عمل سے آج سنیت کتنے حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے کسی کو خبر نہیں ان کی بے باکی تو دیکھیے کہ عداوت پر کمربستہ ہو تو گالیوں سے نہیں کتراتے اگر کسی کی کردار کشی کا منصوبہ ٹھان لیں تو ہر طرح کی کتابوں کو

کھنگالتے ہیں رسالوں کو دیکھتے ہیں تاکہ اپنا مدعا برآئے اور یہ تاثر پیدا ہو کہ حضرت کے علمی مقام کے کیا کہنے جس کا پیچھا کرتے ہیں اسے منزل مقصود پر پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں موافق اور مخالف ان کے اپنے ترازو میں تلتا ہے۔ اچھے برے کا انتخاب ان کی نظر سے ہوتا ہے۔ کوئی تحریر ذاتی ہو یا نجی سچی ہو یا جھوٹی نئی ہو یا پرانی عوام اہلسنت کو بدظن کرنے کیلئے ہر ماہ تیار کر ہی لیتے ہیں۔ یعنی ہر لحظہ ان کا ایک نیا انداز سنی کشی ہوتا ہے۔ اس قدر پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ جماعت اہلسنت صرف ایک محلہ اور مسجد میں مقید ہو کر رہ جاتی ہے۔ جب اعداء جور وستم کی آندھیاں چلاتے ہیں تو ہمارے جسم نازنین سے ستر کا آخری کپڑا تک اڑ جاتا ہے۔ نتیجہ ایک دوسرے کے پیچھے چھپنا پڑتا ہے۔ مکتوبات مسعودی میں مسعود ملت ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کا ایک نجی خط بھی غلطی سے چھپ گیا فوراً طوفان کھڑا ہو گیا گویا احباب کو اتنی ضخیم کتاب اور مکتوبات میں صرف وہ خط ہی نظر آیا۔ اس کی وضاحت چاہی اس کی تحقیق وتفتیش شروع ہوئی۔ مختلف رسائل میں اس کی معذرت شائع ہوئی تو قرار آیا شاید کسی نے اس مجموعہ پر تعریفی کلمات بھی کہے ہوں لیکن ہمیں خوبی سے جلد خامی نظر آتی ہے۔ ہم کسی کی محنت کو سراہنے کے قائل نہیں ہمیں کسی سے چشم پوشی کرنی نہیں آتی۔

مکتوبات امام احمد رضا سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں'' بالفعل آپ جیسے صوفی صوافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صحبت صد کافر ست''

مولانا خدارا انصاف، آپ یا زید یا اور اراکین مصلحت دین و مذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ اس ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ بغور باطل جانیے اور جب وہ حق ہے اور بیشک حق ہے نہ مانیئے جس سے ظاہر کہ کافروں کے بارہ میں فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین کا حکم ایک حصہ ہے تو بدمذہبوں کے باب میں سو حصے سے بھی زیادہ ہے۔

مولانا! میں آپ کو سنی فاضل نہ جانتا تو بار بار یوں بالحاح گزارش نہ کرتا، پھر عجب عجب ہزار عجب کہ آپ نظر نہ فرمائیں یا پچ خادم سنت واہل سنت کی گزارشوں کو معاذ اللہ تعصب ونفسانیت کے سوء ظن پر لے جائیں۔ واللہ عظیم کہ ناحق کوشوں کا یہ کہنا لکھ لیا گیا۔

اس اقتباس پر علامہ ارشد القادری یوں تبصرہ فرماتے ہیں

اپنے اس مکتوب گرامی میں امام احمد رضا نے جس جذبہ اخلاص خیر اندیش اور انکسار وتواضع کے ساتھ تمام حجت کے مراحل سے اپنے آپ کو گزارا ہے اس کی مثال کسی مصلح کی زندگی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ بجائے اس کے کہ امام احمد رضا کی اس ادائے دلنوازی اور اس کرشمہ دلیری پر لوگ اپنی جان چھڑکتے اپنے محسن ہی پر طعنہ زن ہو گئے اگر امام احمد رضا کی ناز برداری یاد رکھنے کے قابل ہے تو لوگوں کی ہٹ دھرمی بھی بھولنے کی چیز نہیں ہے۔ (امام احمد رضا مکتوبات کے آئینے میں ۶۴)

اس کو پڑھنے کے بعد قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ اپنوں کی اصلاح کے لئے مکتوبات رضا کی روشنی میں ہمارا انداز تحریر کیا ہونا چاہیے ہمیں اتحاد اہلسنت کے لئے کیسی تحریریں لکھنی اور شائع کرنی چاہیے مکتوبات رضا کی روشنی میں خوب واضح ہو چکا ہے تحفظ مسلک اعلی حضرت کا دعوی کرنا تو آسان مگر اس کو کماحقہ نبھانا قدرے مشکل کام ہے علامہ عبد الستار ہمدانی صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مظلوم مفکر کی طرح محبوب مجدد نہیں بلکہ مظلوم مجدد لکھنے کی ضرورت ہے لیکن مقام غور وفکر ہے کہ ایسی عظیم شخصیت کو مظلوم کس نے بنایا اسکا آسان سا جواب تو یہ ہے کہ ہماری اپنی غفلت نے .... **ایڈیٹر**

تفسیر کبیر کے مصنف

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قد درمیانہ جسم بھاری، داڑھی گھنی اور آواز بلند تھی، امام کی شخصیت بارعب اور پروقار تھی، ان کے پاس دولت اور غلاموں کی فراوانی تھی، عمدہ لباس پہنتے تھے اور دلکش وضع قطع رکھتے تھے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب وہ سوار ہوتے تھے تو ان کے ساتھ تین سو طلباء پیادہ پا علم حاصل کرنے کے لئے چلتے تھے، کوئی تفسیر اور فقہ پڑھنے کے لئے، کوئی کلام اور طب کے لئے اور کوئی اصول اور حکمت وغیرہ کے لئے۔

وعظ و خطابت میں انہیں بڑا کمال حاصل تھا، ان کی گفتگو دلوں پر اثر انداز ہوتی تھی اور ان کی خطابت کا جادو اس طرح دلوں کو جکڑ لیتا تھا کہ سننے والے روتے روتے بے حال ہو جاتے تھے۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ انہیں وعظ میں بڑی دسترس حاصل تھی، عربی اور عجمی زبانوں میں وعظ کہتے تھے، وعظ کے دوران ان پر وجد اور گریہ طاری ہو جاتا تھا، ہرات کے شہر میں ان کی مجلس وعظ میں مختلف مذاہب کے لوگ حاضر ہوتے اور آپ سے سوال کرتے، آپ ہر سائل کو بہترین جواب دیتے تھے، آپ کی بدولت بہت سے لوگ فرقہ کرامیہ وغیرہ سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت پر آگئے، ہرات میں آپ کو شیخ الاسلام کا لقب دیا جاتا تھا۔

بادشاہوں کی طرف سے اعزاز و احترام

امام رازی سلطان شہاب الدین غوری شاہ غزنی کے پاس گئے تو اس نے ان کا بھرپور استقبال کیا، اور امام کو اس سے بھاری مقدار میں مال حاصل ہوا، امام رازی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس گئے۔ اس نے بھی خوب نوازا، سلطان علاؤ الدین خوارزم کو جب امام رازی کی زیارت کا شوق ہوتا تو خود چل کر ان کے گھر آتا، انہیں تکلیف نہیں دیتا تھا کہ آپ میرے پاس آئیں، بڑے بڑے لوگ امام رازی کا احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان وفات کے بعد ان کی اولاد کو بھی نوازا گیا، جیسے کہ آئندہ سطور میں آئے گا۔

انداز تدریس

امام رازی جب تدریس کے لئے بیٹھتے تو ان کے بڑے بڑے شاگرد مثلاً زین الدین الکشی، قطب المصری، شہاب الدین نیشاپوری ان کے گرد حلقہ بنا لیتے، پھر دوسرے شاگرد بیٹھتے، پھر دوسرے لوگ اپنے علم اور فہم کے مرتبے کے مطابق بیٹھتے۔ کوئی شخص کوئی مسئلہ پوچھتا تو عام شاگرد جواب دیتے، اگر انہیں مشکل پیش آتی تو بڑے شاگرد جواب دیتے اور اگر انہیں بھی مشکل پیش آتی امام جواب دیتے اور سامعین کو حیران کر دیتے۔

بادشاہ اور امام کا احترام

شمس الدین محمد الوتار موصلی بیان کرتے ہیں کہ میں ہرات شہر میں تھا، امام رازی اپنے شہر "بامیان" سے بڑے جاہ و جلال اور لاؤ لشکر کے ساتھ ہرات تشریف لائے۔ بادشاہ نے ان کا استقبال کیا اور بے حد اعزاز و احترام سے پیش آیا، امام کے لئے منبر بچھایا اور جامع مسجد کے مرکزی مقام پر مصلا بچھایا۔ تاکہ امام ایک معین دن

وہاں بیٹھیں اور تمام لوگ ان کی زیارت کریں اور ان کی گفتگو سنیں۔

میں اس دن دوسرے لوگوں کے ساتھ حاضر تھا، میرے پہلو میں شرف الدین ابن عنین شاعر رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ امام فخر الدین رازی کرسیءِ صدارت پر جلوہ افروز تھے، ان کے دائیں بائیں ان کے ترکی غلاموں کی دو صفیں تھیں جو تلواروں پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اتنے میں سلطان حسین بن خرمین شاہ ہرات آگیا۔ اس نے سلام کیا، امام نے اسے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا، اسی وقت شہاب الدین غوری کا بھانجا اور فروز کوہ کا بادشاہ سلطان محمود آگیا، اس نے سلام کیا، امام نے اسے اپنی دوسری جانب اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد امام نے فصاحت وبلاغت کے دریا بہادیئے اور ایسی گفتگو کی جو سامعین کے دلوں میں اتر گئی۔

عجیب و غریب واقعہ

یہی شمس الدین بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت امام رازی کے پاس موجود تھا، سردی کا موسم تھا، برفباری بہت ہوئی تھی۔ خوارزم کی سردی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی، جامع مسجد کے دائرے میں ایک باز ایک کبوتری کا تعاقب کررہا تھا۔ قریب تھا کہ اسے پکڑ لے، کبوتری ہر طرف بھاگ دوڑ کر تھک گئی۔ اسے کہیں پناہ نہ ملی تو وہ اس ایوان میں داخل ہوئی جس میں امام خطاب کررہے تھے، کبوتری نے اپنے آپ کو امام رازی کے سامنے گرادیا اور اس طرح نجات پائی، شرف الدین عنین نے مجھے بتایا کہ انہوں نے فی البدیہ چند اشعار تیار کیے ہیں، پھر انہوں نے اُٹھ کر امام رازی سے اجازت طلب کی کہ اس واقعے سے متعلق کچھ اشعار عرض کرنا چاہتا ہوں امام نے انہیں اجازت دے دی، انہوں نے کہا:

جَاءَتْ سُلَيْمَانَ الزَّمَانِ بِشَجْوِهَا
وَالْمَوْتُ يَلْمَعُ مِنْ جَنَاحَيْ خَاطِفِ
مِنْ نَبَأِ الْوَرْقَاءِ اَنَّ مَحَلَّكُمْ
حَرَمٌ وَّ اَنَّكَ مَلْجَا لِلْخَائِفِ

کبوتری اپنے غم کے ساتھ زمانے کے سلیمان کے پاس اس حال میں حاضر ہوئی کہ موت شکاری پرندے کے پروں سے جھلک رہی تھی۔

کبوتری نے خبر دی ہے کہ آپ کا دربار حرم ہے اور آپ خوف زدہ کے لئے ملجاوماوی ہیں۔

امام رازی یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے، انہیں اپنے قریب بٹھایا اور مجلس برخاست ہونے کے بعد ان کو خلعت فاخرہ اور بہت سے دینار بھجوائے، اور ہمیشہ ان پر احسان کرتے رہے۔ (اس جگہ شرف الدین ابن عنین کے مزید کچھ اشعار نقل کیے گئے ہیں اختصار کے پیش نظر ان کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ ۱۲ قادری)

امام رازی کا زھد اور تصوف

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ بکثرت موت کو یاد کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے میں نے وہ علوم حاصل کیے ہیں جو انسانی طاقت کے مطابق حاصل کیے جاسکتے تھے اب تو میری آرزو یہی ہے کہ میں رب کریم سے ملاقات کروں اور اس کے وجہ کریم کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔

علم کلام میں مشغولیت پر ندامت

ابن صلاح فرماتے ہیں مجھے قطب طوغانی نے دو دفعہ بتایا کہ انہوں نے امام رازی کو فرماتے ہوئے سنا کہ کاش میں علم کلام میں مشغول نہ ہوا ہوتا، یہ کہا اور بے ساختہ رو دیئے۔

امام رازی سے منقول ہے کہ میں نے علم کلام اور فلسفہ کے طریقوں

اور اندازوں کو آزمایا، لیکن میں نے دیکھا کہ وہ پیاس نہیں بجھاتے اور نہ ہی کسی بیمار کو شفا دیتے ہیں میں نے قرآن پاک کے طریقے کو سب سے زیادہ صحیح طریقہ پایا۔

میں تنزیہ میں یہ آیات پڑھتا ہوں۔

۱.........واللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (۳۸/۴۷)

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، اور تم سب اس کے محتاج ہو۔

۲.........لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ (۱۱/۴۲)

اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے۔

۳.........قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (۱/۱۱۲)

اے حبیب! آپ فرما دیں کہ وہ اللہ ایک ہے۔

اثبات میں یہ آیات پڑھتا ہوں

۱.........اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (۵/۲۰)

عرش پر استوا فرمایا۔

۲.........یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِنْ فَوْقِھِمْ (۵۰/۱۶)

اپنے اوپر اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

۳.........اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ (۵۰/۳۵)

اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس بارے میں یہ آیت پڑھتا ہوں۔

قُلْ کُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ (۷۸/۴)

فرما دیجئے! سب اللہ کی طرف سے ہے۔

پھر امام رازی نے فرمایا: میں تہ دل اور روح کی گہرائی سے کہتا ہوں کہ اے میرے رب! جو اکمل، افضل، اعظم اور اجل ہے وہ تیرے لئے ہے اور ہر وہ وصف جو عیب اور نقص ہے تو اس سے پاک ہے۔۔۔۔جاری ہے۔۔

ماہنامہ امیر اہلسنت درج ذیل مقامات سے حاصل کریں۔

1۔ محمد شکیل احمد شور و مراد میمن گوٹھ ملیر کراچی 0321-2476051

2۔ مکتبہ برکات مدینہ بہار شریعت مسجد بہادر آباد کراچی

3۔ محمد یوسف قادری فیضان مدینہ میڈیکوز، میڈیسن مارکیٹ کراچی

4۔ محمد مقصود حسین قادری R/31 بلاک نمبر 17 گلبرگ کراچی

5۔ مکتبہ غوثیہ محلہ فرقان آباد، پرانی سبزی منڈی کراچی 0300-2134630

6۔ حافظ محمد ساجد عطاری، مکان B/857 بمبئی بازار نٹنڈو آدم سانگھڑ

7۔ کاظمی کتب خانہ شاہی روڈ رحیم یار خان 8۔ مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور

9۔ رب نواز قادری گاؤں کنیارہ، ہملٹ ضلع صوابی 0301-5733981

10۔ محمد عرفان مدنی جامعہ ضیاء القرآن پنڈ سلطانی تحصیل جینڈ ضلع اٹک

11۔ محمد شاہد رضا عطاری، مرکزی جامعہ مسجد سبز گنبد والی تاندلیانوالہ

12۔ رانا انوار الحق عطاری D/23 بلاک U گلی نمبر 4 گلشنِ عثمان رحیم یار خان

13۔ غلام مرتضیٰ عطاری، ڈاکخانہ خاص ماچھی نزد قبولہ تحصیل عارف والہ

14۔ محمد احسان عاجز قادری، محلہ بلال گنج گلی نمبر 2 جڑانوالہ 0300-7849169

15۔ محمد طاہر سلطانی ادارہ جہانِ حمد B-1 38/26 ایریا لیاقت آباد کراچی

16۔ محمد غضنفر علی قادری، محمد سرفراز عطاری، سکنہ پیڑیوالی ضلع ننکانہ شیخوپورہ

17۔ محمد تنویر رضا عطاری، جنید شمسی آرٹس گلیانہ روڈ کھاریاں گجرات

18۔ محمد شریف سبزواری، فلیٹ نمبر 202 بلڈنگ گارڈن سنٹر نشتر روڈ کراچی

19۔ محمد حنیف عطاری جامع مسجد کنز الایمان بابری چوک گورومندر کراچی

20۔ قاضی فرحت محمود قادری رضوی، مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم ڈاکخانہ پھکڑیل تحصیل مری ضلع راولپنڈی 051...3359010

21۔ سلیم اختر نیوز ایجنسی سٹینڈ نمبر 16 لاری اڈہ لاہور 0321-4173610

22۔ مکہ پرنٹنگ سروس فیصل روڈ رحیم یار خان

23۔ محمد عارف عطاری مکتبۃ المدینہ اصغر مال روڈ راولپنڈی

24۔ محمد حبیب اللہ شاہین، جلال پور حافظ آباد

25۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ داتا دربار گنج بخش روڈ لاہور

26۔ علمی پبلشرز ظہور ہوٹل داتا دربار مارکیٹ لاہور 042.5044456

دوسروں کو نصیحت خود......؟

شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔تو میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے "واعظین" ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہیں اور خود اپنی ذاتوں کو بھولے ہوئے ہیں۔اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں۔جن کو خود وہ نہیں کرتے اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، اور اس پر عمل نہیں کرتے۔

(مشکوۃ جلد۲ص ۴۳۸ بحوالہ شرح السنہ)

تبصرہ: لوگوں کو اچھی اچھی باتوں کا حکم دینا اور خود باتوں پر عمل نہ کرنا یہ بہت ہی معیوب بات اور گناہ کا کام ہے۔قرآن مجید میں خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا کہ:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ.

"یعنی کہ تم لوگ دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنی ذاتوں کو بھلا بیٹھے ہو۔حالانکہ تم لوگ کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہو۔

ایک جگہ قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے لغو گو شعراء جاہلیت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ یعنی وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود وہ عمل نہیں کرتے۔بہرحال اس دور کے ان مقررین کے لیے جو شریعت مطہرہ کی پابندی نہیں کرتے اس حدیث میں بہت بڑا عبرت کا سامان ہے۔اور ایسی شدید وعید ہے کہ جس کو سن کر ہر مسلمان لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ آج کل کے واعظین کے مواعظ اور تقریروں میں جو اثر و تاثیر کی کمی ہوگئی ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اکثر واعظین بے عمل بلکہ بدعمل ہو چکے ہیں۔

اس لئے ان کے وعظوں کے اثرات سامعین کے قلوب پر بہت کم پڑتے ہیں۔اگر سلف صالحین اور پرانے بزرگانِ دین کی طرح دورِ حاضر کے واعظین بھی پیکرِ علم وعمل بن کر وعظ فرمائیں تو یقیناً ان کے مواعظ میں وہ تاثیرات رونما ہوں گی کہ لوگ سامنے جوشِ تاثر سے سر دھننے لگیں گے اور ان کی دنیاءِ دل میں وہ انقلاب پیدا ہو جائے گا وہ چشم زدن میں کامل الایمان اور صالح العمل بن جائیں گے۔بزرگوں نے سچ فرمایا ہے کہ از دل خیزد بر دل ریزد یعنی

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

لہٰذا مقررین اور واعظین سے نہایت ہمدردانہ اور مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ روزہ و نماز وغیرہ فرائض کی پابندی کریں۔اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے عوام کے دلوں میں علماء کرام سے بدظنی اور بدعقیدگی پیدا ہو۔کیونکہ کچھ بے دین وملحدین اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ عوام کو علماء کرام سے بدظن کر کے دین و مذہب سے

بیزار کردیں۔اور انہیں لامذہب کمیونسٹ بناڈالیں۔یہ روسی حکومت کے ایجنٹوں کا مقصد اور نصب العین ہے۔

دوسرے تبلیغی اور وہابی جماعت کے لوگ اس تاک میں رہتے ہیں کہ سنی عالموں کی کچھ کمزوریاں انہیں مل جائیں تو وہ ان کا چرچا کر کے عوام کو سنی علماء سے بدظن کر کے، اور اپنے اعمال صالحہ کا ڈھنڈورہ پیٹ کر لوگوں کو وہابی بناڈالیں اس لیے ہمارے علماء اہلسنت کو چاہیے کہ وہ ان خطرات کے پیشِ نظر زیادہ سے زیادہ اپنے اعمال ومعاملات کی اصلاح کرلیں۔تاکہ ان کا وجود عوام کے لیے باعثِ اصلاح اور موجبِ ہدایت بن جائے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لاکر جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ چکر لگاتا اور ان انتڑیوں کو روندتا ہوگا۔جس طرح گدھا اپنی چکی چلاتا اور اس کے گرد گھومتا رہتا ہے تو اہل جہنم اس کے پاس جمع ہوکر اس کہیں گے کہ اے فلاں! تیرا کیا حال ہے؟ کیا تو ہم لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے منع نہیں کرتا تھا۔تو وہ کہے گا کہ میں تم لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیا کرتا تھا مگر خود ان باتوں پر عمل نہیں کرتا تھا۔اور میں تم لوگوں کو بری باتوں سے منع کرتا تھا، مگر خود بری باتیں کیا کرتا تھا۔یہ اس کی سزا ہے۔

(مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۴۳۶ بحوالہ بخاری ومسلم)

<u>تبصرہ</u>: یہ حدیث ان واعظوں کے لیے بہت بڑا تازیانہ عبرت ہے، جو گلا پھاڑ پھاڑ کر مسلمانوں کو اعمال صالحہ کی ترغیب کا وعظ فرماتے رہتے ہیں۔مگر خود کبھی کوئی نیک عمل نہیں کرتے۔اسی طرح مسلمانوں کو گناہوں سے بچنے کی بہت زیادہ تاکید کرتے ہیں۔لیکن خود رات دن انہیں گناہوں میں ملوث رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے اہل علم واعظوں کو ہدایت دے اور وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر ان کو بھی عمل کی توفیق بخشے۔اور جہنم میں چکی چلانے کے عذاب سے محفوظ رکھے۔(آمین) واللہ تعالیٰ اعلم۔

خطیب پاکستان کا چہلم

حضرت علامہ مولانا

عارف نوری رحمتہ اللہ علیہ

کا چہلم مبارک

بروز اتوار 8 اپریل 2007

جامع مسجد

تاجدار انبیاء

لیاقت چوک سبزہ زار

لاہور میں صبح نو بجے

منعقد ہوگا

تمام احباب اہلسنت سے

شرکت کی اپیل ہے

امام احمد رضا ایک عظیم مکتوب نگار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی

خطوط نگاری کی ایک طویل تاریخ ہے۔ یہ تاریخ اتنی ہی پرانی ہے۔ جتنا ادب پرانا ہے۔ ہر زبان وادب میں اس کا وجود ہے۔ ماضی میں مہجوروں کی غاپبانہ ملاقات غائبانہ پیغام رسانی، ہدایت ونصیحت اورافہام وتفہیم کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ اسی لئے اس کو نصف ملاقات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کا ذکر ہے، جو آپ نے ملکہ سبا کے نام ارسال فرمایا تھا۔ اسلامی تاریخ میں خطوط نگاری کا آغاز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات شریف سے ہوتا ہے۔ تاریخ ادب اسلامی میں عربی فارسی اردو وغیرہ مختلف زبانوں میں خطوط کے مجموعے ملتے ہیں۔ بہت سے مجموعے شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ رسالوں کے خطوط نمبر بھی شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

اردو خطوط نگاری میں امام احمد رضا محدث بریلوی کا اہم مقام ہے۔ انہوں نے اردو کے علاوہ فارسی اور عربی میں بھی خطوط لکھے ہیں۔ وہ تینوں زبانوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ انہوں نے قلم کا حق ادا کر دیا۔ فارسی اور عربی کے علاوہ وہ اردو کو اپنی نگارشات سے مالا مال کیا۔ انہوں نے تقریباً پچپن سال مسلسل لکھا۔ بہت کم دورے کئے ان کی نگارشات نے سارے عالم کے دورے کئے۔ مکتوب نگاری ان کی علمی زندگی کا ایک اہم شعبہ تھا۔ سینکڑوں خطوط لکھے۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں۔ وہ خطوط کے جواب دینے میں بڑے مستعد تھے۔ ان کا ادب میں مقام بہت بلند ہے۔ فقیر کے چند سالوں کے خطوط کو محمد عبدالستار طاہر صاحب نے جمع کیا۔ تو ڈیڑھ دو ہزار صفحات پر مشتمل تین جلدیں وجود میں آئیں۔ تو غور فرمائیں! امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی مکتوبات نگاری کا کیا عالم ہوگا۔ یقیناً آج بھی ان کے خطوط محبت والوں کے علمی خزانوں میں محفوظ ہوں گے وہ دل سے لگائے رکھتے ہیں۔ نہ دیتے ہیں، نہ دکھاتے ہیں جب لینے والے نہ رہیں گے۔ جب دیکھنے والے نہ رہیں گے۔ تو پھر کیا ہوگا؟ ذرا سوچیں، تو سہی اور خزانوں کے بند دروازے کھول دیں۔ فقیر نے تھوڑی کوشش کی، تو برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری۔ مولانا محمد عارف اللہ شاہ میرٹھی اور علامہ مفتی محمد مظفر احمد دہلوی علیہم

الرحمہ نے کرم فرمایااورامام احمد رضا محدث بریلوی کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نادر خطوط عنایت فرمائے۔ مارہرہ شریف کے چشم و چراغ حضرت حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ نے کرم فرمایا۔غریب خانے پر خود تشریف لائے اور اپنے کتب خانے میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے غیر مطبوعہ خطوط کے ایک عظیم ذخیرے کی خوشخبری سنائی۔

فاضل جلیل علامہ ڈاکٹر مفتی غلام جابر مصباحی نے قدم بڑھایااورامام احمد رضا محدث بریلوی کے مکتوبات شریف پر تحقیق فرمائی۔اس کی تقریب یہ ہوئی۔کئی سال قبل فقیر بریلی شریف حاضر ہوا۔وہاں ڈاکٹر سرتاج حسین رضوی کی قیام گاہ پر جہاں فقیر ٹھہرا ہوا تھا۔ملاقات کے لئے چند علماء تشریف لائے۔ علماء کے ساتھ ڈاکٹر غلام جابر مصباحی بھی تھے۔وہ اس وقت ڈاکٹر نہ بنے تھے،ڈاکٹریت کے لئے عنوان زیر بحث تھا۔فقیر نے تجویز پیش کیا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کی مکتوب نگاری پر ڈاکٹریت کیا جائے۔بظاہر محسوس ہوتا تھا کہ اس موضوع پر مواد نہ مل سکے گا۔اس لئے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔کیا مواد مل جائے گا؟ فقیر نے عرض کیا کہ اتنا مواد ملے گا کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا ہوا،جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ڈاکٹر غلام جابر مصباحی نے پینتیس سال کی مختصر عمر میں اتنا کچھ حاصل کر لیا اور اتنا کچھ لکھ لیا ہے کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے زندگی سے بھر پور فائدہ اٹھایا۔مسلمانوں میں وقت کا ضیاع اور مال و دولت کا ضیاع ایک عام سی بات ہوگئی ہے،جو نہایت ہی مہلک ہے ایسے مسلمانوں کے لئے غلام جابر کی زندگی نمونہ ہے۔ انہوں نے بہت کم وقت میں بہت کم خرچ کر کے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔جو انشاءاللہ تعالیٰ ان کے لئے صدقہ جاریہ رہے گا۔غلام جابر کو کئی سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔بالعموم کسی بھی ادیب اور شاعر کے اس اہم پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔فقیر کے نزدیک یہ پہلو نہایت ہی اہم ہے۔جو انسان کو انسان بناتا ہے اور زندگی کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ اقبال نے کہا تھا:

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن

تو یہ کیفیت بزرگوں کے دامن سے وابستہ ہو کر ہی پیدا ہوتی ہے۔جو وابستہ نہیں ہوا،وہ وادیوں میں بھٹکتا نظر آتا ہے۔داغ دہلوی نے اپنے شاگرد اور امام احمد رضا کے بھائی حسن بریلوی سے امام احمد رضا کا ایک شعر سن کر یہ کہا تھا:

”مولوی ہو کر اتنے اچھے شعر کہتا ہے“

داغ دہلوی نے کیسی عجیب بات کہی۔ان کو نہیں معلوم کہ حقیقی مولوی کا دل اور اس کے جذبات واحساسات کتنے پاکیزہ ہوتے ہیں،اسی طرح اقبال مرحوم نے امام احمد رضا کی فقاہت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا:

''اگر مزاج میں شدت نہ ہوتی ،تو وہ اپنے وقت کے ابوحنیفہ ثانی تھے''۔

یہ بھی عجیب بات ہے۔شدت کا فقہ سے کیا تعلق ؟ اس کا تعلق تو مزاج سے ہے۔کوئی بھی شخص اپنے مزاج کی وجہ سے نااہل نہیں قرار پاتا۔بات بہت دور نکل گئی۔بات تھی غلام جابر مصباحی کی سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت کی ۔انہی نسبتوں نے غلام جابر مصباحی کی تعمیر وتربیت کی اور اسی کا فیض ہے کہ ان کا دل جذبے سے معمور ہے۔وہ جب جذبے میں ڈوب کر لکھتے ہیں۔تو ان کی تحریر ایک ادب پارہ بن جاتی ہے۔جو دل کو کھینچنے لگتی ہے۔یہی جوہر ادب کو ادب بناتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا۔غلام جابر مصباحی نے امام احمد رضا کی مکتوب نگاری پر تحقیق کی۔ابتدا میں ان کو اندازہ نہ تھا کہ اتنا مواد مل جائے گا۔مگر قطرہ قطرہ دریا ہوجاتا ہے۔تحقیق کے بعد یہی محسوس ہوا کہ قطرے دریا بنتے جارہے ہیں۔وہ لگن کے پکے ہیں۔خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتے ہیں۔چل پھر کر تحقیق کرتے ہیں اور تحقیق کا حق ادا کرتے ہیں۔وہ ایسے فرہاد ہیں، جنہوں نے کوہ کنی کے بعد شیریں کو پالیا۔انہوں نے مکتوب نگاری پر مقالۂ ڈاکٹریٹ کو لکھا ہی ہے۔لیکن اسی کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا محدث بریلوی کے جو مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ خطوط ان کو ملے ،ان سے کشید کر کے تقریباً اٹھارہ کتابیں بنا ڈالیں۔کتاب ''کلیات مکاتیب رضا''

ان اٹھارہ کتابوں میں سے صرف ایک کتاب ہے۔جس میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی شان علم وادب اور شانِ علم وفضل دیکھ رہے ہیں۔غلام جابر مصباحی نے اس کا انتساب امام احمد رضا کے والدِ گرامی محمد نقی علی خان اور مرشدِ کریم شاہ آل رسول مارہروی سے کیا ہے اور امام احمد رضا محدث بریلوی کے اپنے الفاظ میں اس کے بعد ''مؤلف ایک نظر میں'' کے عنوان کے تحت غلام جابر مصباحی کی علمی اور تصنیفی خدمات کا تفصیلی ذکر ہے۔اس کے بعد مشمولات میں چھپن شخصیات کے نام ہیں۔جن کو امام احمد رضا محدث بریلوی نے خطوط ارسال فرمائے۔اس کے بعد پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کا معلوماتی تعارف ہے۔جو صاحب مکتوب کے نام سے شامل ہے۔پھر غلام جابر مصباحی کا فاضلانہ اور محققانہ مقدمہ ہے۔جس میں انہوں نے اپنے متعلق عنوانِ کتاب کے متعلق،اور خطوط کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔انہوں نے بڑی دیانتداری سے مطبوعہ خطوط کے بارہ مجموعوں کا بھی ذکر کیا ہے اور آخر میں بڑی تفصیل کے ساتھ معاونین کا شکریہ ادا کیا ہے۔انہوں نے موافق ومخالف دونوں کا خیال رکھا ہے اور اپنی تحقیق کو جانبداری یا طرفداری سے مجروح ہونے نہیں دیا۔مجموعی طور پر ان کی یہ خدمت لائق تحسین وآفرین ہے۔انہوں نے بڑی جدوجہد اور لگن کے ساتھ امام احمد رضا محدث بریلوی کی خطوط نگاری کے سلسلے کی مختلف کڑیوں کو بڑے حسن وخوبی کے ساتھ جوڑا

ہےاوراد بی دنیامیں ایک قابلِ ذکر اضافہ کیا ہے۔

امام احمد رضا کو ادبی دنیا نے فراموش کیا اور وہ شاعری جس کا آج پورے عالم میں چرچا ہے۔اس کو بھی جگہ نہ دی۔الحمد اللہ! اس پہلو پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔جس سے ادیبوں اور مؤرخوں کی مجرمانہ غفلت کا پتہ چلتا ہے۔امام احمد رضا محدث بریلوی کی مکتوب نگاری کا یہ پہلو جس کو غلام جابر مصباحی نے پوری آب وتاب سے روشن کیا ہے۔نثری ادب میں جگہ نہ دی گئی۔لیکن اب تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اردو خطوط نگاری میں امام احمد رضا کا مقام بہت بلند ہے۔خطوط لکھنے میں لکھنے والے کا رنگ جھلکتا ہے۔امام احمد رضا کے خطوط میں ان کے علم وادب کا رنگ پوری آب وتاب سے جھلک رہا ہے۔غلام جابر مصباحی کا اردو ادب پر احسان ہے کہ انہوں نے ایک ایسے عظیم مکتوب نگار کو تلاش کیا۔جس سے ادبی دنیا واقف نہ تھی۔

''کلیات مکاتیب رضا'' کے آئندہ ایڈیشن میں تفصیلی تخریج کے ساتھ ساتھ اگر اشاریات کا بھی اضافہ کر دیا جائے۔تو بہت مناسب ہوگا۔اسی کے ساتھ ساتھ مکتوبات کی روشنی میں اگر امام احمد رضا محدث بریلوی کے سوانحی پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔تو بہت ہی مناسب ہوگا۔اور سوانح نگاروں کو ایک اہم مأخذ مل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ علامہ ڈاکٹر غلام جابر مصباحی کی اس علمی اور ادبی کاوش کو قبول فرمائے۔وہ اسی طرح لکھتے رہیں۔آگے بڑھتے رہیں۔ترقیاں کرتے رہیں۔پیاسوں کو سیراب کرتے رہیں۔

آمین اللھم آمین

انعام۔۔۔۔۔انعام۔۔۔۔۔انعام

عرس اعلیٰ حضرت پر خصوصی انعام

سلطنت مصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ

تصنیف مبارکہ امام اھلسنت امام احمد رضا قادری بریلوی

اصل کتاب یا اس کی مکمل فوٹو کاپی مہیا کرنے والے خوش نصیب کو پچیس ہزار روپے نقد انعام

علمی پبلشرز داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

فکر رضا مکتوبات رضا کے آئینے میں

علامہ مقبول احمد سالک مصباحی
استاذ دارالعلوم حنفیہ رضویہ قلابہ ممبئی

مکتوب نگاری کا فن کوئی نیا فن نہیں اور نہ ہی امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس خصوص میں انفرادیت کے دعویدار ہیں۔ان سے اگلوں نے بھی اس ذریعہ ترسیل وابلاغ سے خوب خوب فائدہ اٹھایا ہے۔نہ صرف مادی وسیاسی مقاصد کے حصول اور جذبات واحساسات کی تسکین کے لئے بلکہ خالص مذہبی وتبلیغی اور علمی وفنی افادہ واستفادہ کی وادیوں کو سر کرنے کے لئے بھی۔اس سلسلے میں مکتوبات صدی اور مکتوبات امام ربانی کا خاص طور پر حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ادبی دنیا میں خطوط غالب کی اہمیت سے کسی کو انکار کی جرات نہیں ہوسکتی ہے۔اردو زبان وادب میں ادبی حیثیت سے مرزا غالب ایک منفرد شان کے مالک اور نئے طرز بیان کے بانی کہلاتے ہیں۔نثر ونظم دونوں میں ان کی عظمت واہمیت مسلم ہے۔خطوط غالب کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ اردو نثر میں سہل نگاری اور بے تکلفی انہیں کی مرہون منت ہے۔

مکتوب کو اہل ذوق ونظر نے نصف لقاء (آدھی ملاقات) سے تعبیر کیا ہے۔مکتوب کسی بھی شخص کا بہترین ترجمان ہوتا ہے۔بلکہ اس کی شخصیت کا مکمل آئینہ دار اور پرتو ہوتا ہے۔کوئی بھی مفکر یا مصنف دیگر علمی موضوعات کی نکتہ آفرینیوں اور استدلالات کے پردے میں اپنی اصل شخصیت چھپا سکتا ہے۔مگر جب وہ مکتوب نگار بن کر آتا ہے۔تو اس کے اندر کا چھپا انسان صاف جھانکنے لگتا ہے۔کیونکہ عموما انسان خط اس وقت لکھتا ہے جب وہ تنہا ہوتا ہے اور اس کا مخاطب اس کے سامنے پیکر ظاہر میں نہیں ہوتا۔بلکہ اس کا پیکر تصوراتی، اس کی نگاہوں کے سامنے رقصاں ہوتا ہے۔کسی طرح کا کوئی تکلف حائل نہیں ہوتا اور مکتوب نگار اگر ضروری حد تک زبان وبیان پر قدرت اور اظہار مافی الضمیر کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتا ہے۔تو بے تکان اپنے دل کے پھپھولے کاغذ پر پھوڑ سکتا ہے۔

مگر مکتوب نگاری شاید اتنا سہل بھی نہیں جتنا مندرجہ بالا سطور سے مترشح ہو رہا ہے۔مکتوب نگار اگرچہ اس میدان میں کتنا ہی آزاد، باذوق اور بامراد ہوتا ہے۔مگر پھر بھی کسی نہ کسی حد تک فنی صنعت کو دخل ضرور ہے، ورنہ پھر چند ایک افراد کا ہی نام کیوں اس خصوص میں لیا جاتا؟

گویا یہ فن بعض وجوہ سے عام تصنیفی مشاغل سے زیادہ مشکل اور دقت طلب ہے یعنی اس مرحلہ شوق کو طے کرنے

کے لئے غیر معمولی حد تک ادبی رسوخ ۔فکری پرواز اسلوب بیان سے واقفیت ۔نازک احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنانے کے فن سے واقفیت ضروری ہے۔

ادبی دنیا سے تعلق رکھنے والوں نے عموما مکتوب نگاری کے فن کو لہو ولعب ،جام وسبو،رند ومیخانہ، شب وروز،احوال وکوائف،مودت ورقابت،تنگی وخوشحالی ،صحت ومرض تقریب وتبریک اوراحباب واقارب کی خیریت ومزاج پرسی کے لئے استعمال کیا ہے اور عاشقانہ مزاج یا شاعرانہ ذوق رکھنے والوں نے کاکل ورخسارا ورلب ورخ کی توصیف وثنا میں برسوں اپنے قلم کو گنہ گار کیا ہے۔

زیادہ تفصیل میں نہ جا کر ہم جب امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی کی عظیم شخصیت کا اس زاویہ سے مطالعہ کرتے ہیں ،تو حیرت واستعجاب کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔کہ وقت کا ایک عظیم فقیہ۔محدث،مفسر، منطقی ،فلسفی ،مناظر ،مدبر،ادیب وشاعر،محقق اور مصنف اس خصوص میں بھی لا جواب وبے نظیر نظر آتا ہے اور دیگر اصناف سخن کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا اس میدان میں بھی اپنی عظمت کے پھریرے لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔یعنی جس طرح وہ معقولات ومنقولات کے درجنوں فنون خصوصا منطق وفلسفہ ،قرآن وحدیث ،عقائد وکلام ،فقہ وفتاوی وغیرہ میں گذشتہ پانچ سوسالوں میں عدیم النظیر اور شاہکار نظر آتے ہیں اور تحقیقات واکتشافات کے لاتعداد اور انمٹ نقوش چھوڑتے دکھائی دیتے ہیں۔اسی طرح فن مکتوب نگاری میں بھی ان کا ہمسر تو دور۔کوئی پاسنگ بھی نظر نہیں آتا۔امام احمد رضا کے سینکڑوں مکتوبات کو پڑھنے اور اس میں مکنون سیکڑوں علمی وں اور ادبی وفکری شہ پاروں سے اپنی نگاہوں کو خیرہ کرنے کے بعد میں اس خیال میں گم ہوجاتا ہوں کہ ایشیا ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے اس عظیم ترین ،گراں ڈول اور مصروف ترین محقق ومدقق کو آخر فتوی نویسی اور رد بد مذہباں سے فرصت ہی کب ملتی تھی ،جو اس نے سیکڑوں صفحات پر مشتمل عظیم الشان علمی وادبی اور فنی وفکری خطوط لکھ ڈالے۔

میرا خیال ہے مکتوب نگاری بھی امام احمد رضا کے مذہب میں ان کی تحریک احیائے دین کا ایک حصہ تھی۔اس لئے انہوں نے اپنی زندگی کی ہر دھڑکن کے ساتھ ساتھ اس مخصوص گوشہ کو بھی عظمت رسالت کی تقدیس کے تحفظ اور عظمت الوہیت کے دفاع کے لئے وقف کردیا تھا۔ جیسا کہ ان کے خطوط پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے۔

قلت وقت دامن گیر ہے۔ گوناگوں مصروفیات سنجیدہ کاموں کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہیں دیتیں۔جدید مادیات نے اصل مذہب کو بھی نہیں بخشا ہے۔صلاحیتیں ہیں۔مگر زنگ آلود ہورہی ہیں۔پچھلے کئی ماہ سے محب مکرم فاضل گرامی مرتبت حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب پورنوی میرے کانوں میں بانگ جرس بجا رہے ہیں،تقاضے پر تقاضہ

کرر ہے ہیں۔ وعدے پر وعدہ ہوتا ہے۔ ہر وعدہ ایک نئے وعدہ پر ٹوٹ جاتا ہے۔ چاہتے ہیں کہ ان کی نئی معرکۃ الآراء۔ اپنے موضوع پر جامع ومحیط ومنفرد کتاب ''کلیات مکاتیب رضا'' پر چند سطر ہی صحیح۔ مگر ضرور تحریر کروں۔ خدائے حاضر وناظر شاہد ہے کہ جس عظیم محقق کو اہل علم وہنر گذشتہ سو سالوں سے مسلسل پڑھ رہے ہیں اور سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں۔ مگر ہنوز وہ اس قلزوم ناپیدا کنار کے ساحل تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ اس جا سرسری طور پر گذر جانا۔ مجھ جیسے انتہائی معمولی ہیچ مداں ہی نہیں۔ بلکہ عقلائے روزگار کے لئے بھی گناہ عظیم سے کم نہیں۔

یہ میرا عقیدہ اور ایمان ہے اور یہی شاید حق وحقیقت، اقرب الی الاذعان اور اس عظیم محسن کا جزائے احسان ہے۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ مولانا مجھے تھوڑا اور وقت دیں تاکہ میں پورے اطمینان قلب اور انشراح صدر کے ساتھ اس پر اپنی کھوٹی رائے کا اظہار کرسکوں۔ مولانا غلام جابر شمس مصباحی صاحب اس لحاظ سے بھی میرے لئے عزیز ہیں کہ وہ ہمارے پانچ سالہ مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور (عربک یونیورسٹی) کے ہمنوالہ وہم پیالہ، ہم آس وہم مشرب رہے ہیں۔ یہ منہ بھرائی نہیں۔ بلکہ حسن سرائی ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے حضرت شمس مصباحی صاحب کو عہد طالب علمی سے ہی نفیس علمی وادبی ذوق اور فکر وقلم کا فراواں شوق عطا فرمایا تھا۔ تحریر وصحافت اور انشاوطباعت سے ان کا لگاؤ پرانا ہے۔

خاموشی وسنجیدگی کے ساتھ علمی مشاغل کا ارتقاان کا برسوں کا خواب ہے۔ جو شاید اب دھیمی رفتار سے ہی سہی۔ مگر روبہ عمل ہورہا ہے۔

دو ضخیم جلدوں میں ''کلیات مکاتیب رضا'' کو مرتب کرکے انہوں نے اپنے لئے ذریعہ نجات حاصل کرلیا ہے اور امام عشق ومحبت کے دیوانوں کے لئے بصیرت کا ساماں بھی۔ اس قدآور علمی کارنامے سے خود انہیں بھی خوشی ہورہی ہوگی۔ کیونکہ کوئی اہل قلم ہو یا علم وتحقیق کا کوئی پجاری۔ وہ اس وقت حقیقی مسرتوں سے ہمکنار ہوتا ہے۔ جب اس کی علمی جدوجہد بارآور ہوجاتی ہے یا اہل ذوق ونظر کی دہلیز پر باریاب ہوجاتی ہے۔

اس کتاب کے علاوہ بھی فاضل موصوف نے اس کتاب کی ترتیب وتدوین کے دوران ایک درجن سے زیادہ کتابیں اچھوتے موضوعات پر مرتب کرڈالی ہیں اور یہ کسی بھی بالغ نظر مصنف کا خاصہ ہے کہ وہ جب کسی گلشن علم کی گل چینی کرتا ہے۔ تو اس کی نظر صرف کسی ایک شاخ پر نہیں ہوتی۔ جب وہ ایک پھول توڑتا ہے۔ تو دوسرے کئی پھول اس کا دل لبھانے لگتے ہیں اور وہ چاروناچار ہاتھ بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اس کی زنبیل رنگارنگ۔ عطر بیز پھولوں سے بھر جاتی ہے۔

راقم السطور نے ماضی میں جب الجامعۃ الاشرفیہ کے سالانہ عرس حافظ ملت کے موقع پر (یوم رضا)

Scanned with CamScanner

میں حضرت شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نگرانی وسرپرستی میں ''امام احمد رضا اور علم حدیث'' کے موضوع پر وقیع ومفصل مقالہ مرتب کیا تھا۔ تو امام احمد رضا کی زندگی کے کئی گوشے موضوعات ذہن ودماغ میں بجلیاں برسانے لگے تھے۔ چنانچہ سیکڑوں صفحات پر مشتمل مواد آج بھی میری فائل میں موجود ہے۔ مگر حالات کے انقلابات نے اب تک موقع ہی نہ دیا کہ اس کی گرد صاف کروں۔ جس وقت یہ مضمون اس موضوع پر مرتب کیا تھا۔ چند ایک مضامین کے علاوہ کوئی مفصل کتاب مارکیٹ میں دستیاب نہ تھی۔ انتہائی مشقت اور جہد مسلسل سے یہ مقالہ مرتب کیا گیا تھا اور زبردست مواد پر مشتمل تھا مگر افسوس کہ بعض اہل نظر کی تساہلی سے یہ مضمون ضائع ہوگیا۔ جو فل اسکیپ تقریباً ساٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ فالی اللہ المشتکی۔

فاضل گرامی حضرت شمس مصباحی صاحب کے حق میں میری دعا ہے کہ خدا کرے کہ وہ جو کچھ بھی لکھیں۔ وہ دوسروں تک پہنچ بھی جائے۔ خصوصاً ان کی وہ کتابیں۔ جو انہوں نے حال میں مرتب کی ہیں۔ وہ زیور طباعت سے آراستہ ہوجائیں۔ اے رب قدیر! عیش وطرب کے شیش محل میں بیٹھ کر قوم کی تعمیر کے خوبصورت خواب بننے والوں کے دل ودماغ اس کی طرف متوجہ کردے اور فکر رضا کے نئے گوشوں کو وا کرنے والی یہ کتابیں جلد از جلد طبع ہوکر عوام اہل سنت کی سرخروئی کا سامان بن جائیں۔

جہاں تک مکاتیب رضا کا سوال ہے، تو انصاف یہ ہے کہ درجنوں خطوط مختلف سوانحی کتابوں، اخباروں، رسالوں، بلکہ بہت سے مستقل مجموعوں میں چھپ کر قارئین تک پہنچ چکے ہیں اور مولانا سے پہلے بھی متعدد حضرات نے اس کی بحث وتحقیق کی ہے۔ مولانا موصوف کوئی پہلے شہ سوار نہیں، جس نے اس پرشور صحرا کو عبور کرنے کی جسارت کی ہے۔ جیسا کہ مقدمہ میں انہوں نے خود بھی اعتراف کیا ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جس حسن سلیقہ۔ حسن ترتیب اور دل آویزی وپرکاری سے ڈاکٹر صاحب نے مکاتیب رضا کو گلکاریوں کے شیشہ خانے میں سجایا ہے۔ وہ انہی کا حصہ ہے۔

خاص طور پر فتاویٰ رضویہ جدید کی تیس جلدوں سے محنت شاقہ کے بعد ان علمی اور چشم کشا تحریروں کو جمع کرکے ''سنی امۃ'' پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ جو بطور مکتوب۔ کسی سوال کے جواب میں کسی کے پاس ارسال کی گئی تھی۔ ایسے خطوط کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' میں راقم السطور کو دور طالب علمی میں ہی پہلی بار خطوط رضا کے مطالعے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ دور تھا۔ جب میرا ذہن وفکر امام احمد رضا کی ہشت پہلو شخصیت کو اس کے وسیع تناظر میں سمجھنے کی کماحقہ صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ مگر فکر وعقیدہ میں امام احمد رضا کی علمی وفنی شخصیت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور میری فکر ناپختہ کاران

کی وستائش میں رطب اللسان رہا کرتی تھی اور یہ سب کچھ استاذ العلماء جلالۃ العلم محدث مبارک پوری حضرت سیدی حافظ ملت حاجی قاری حافظ مفتی عبدالعزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی گرد نعلین کا صدقہ تھا۔ جس نے قصر اشرفیہ سے فکر رضویہ کو وہ بلندی عطا کی۔ جسے دیکھ کر ایوان باطل کے مسند نشینوں کو پسینہ آجاتا ہے۔

اس نوآموزی اور نوخیزی کے زمانہ میں بھی جب میں نے خطوط رضا کا مطالعہ کیا تھا، تو پہلا تاثر، جو میرے ذہن ودماغ پر قائم ہوا تھا، وہ اس کی علمی جلالت شان اور محققانہ طرز بیان اور پختہ وٹھوس انداز نگارش تھا اور اس وقت میرے ذہن کے کسی گوشہ میں اس موضوع پر کام کرنے کی غیر محسوس کسک نے ضرور جنم لیا تھا۔ میں مولانا کا مشکور ہوں کہ ان کی اس کاوش سے میری وہ کسک بھی دور ہوگئی ہے۔ درحقیقت خطوط رضا اور شخصیت رضا میں اس قدر قرب وتماثل ہے کہ تاریخ میں کم خوش نصیبوں کی زندگی میں نظر آئے گا۔

یہ میرا دعویٰ ہے کہ اگر کسی نے امام احمد رضا کی نوک قلم سے نکلی ہوئی ایک سطر کا بھی مطالعہ نہ کیا! اور اسے صرف خطوط رضا دے دیئے جائیں، تو وہ ان کی عظمت شان اور جلالت علمی کا برملا اعتراف کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔ اگر امام احمد رضا کی ساری تصنیفات ومولفات خدانخواستہ گم ہوجائیں اور خاکم بدہن صفحۂ ہستی سے ناپید ہوجائیں اور ایک ان کا مجموعہ خطوط ''کلیات مکاتیب رضا'' کی شکل میں باقی رہ جائے۔ تو اس کے حوالے سے ہی انصاف پسند مورخ ونقاد آسانی کے ساتھ فکر رضا کی وسعتوں کا جغرافیائی نقشہ تیار کرسکتا ہے۔

اگر لوگوں کی طرف سے متہم کرنے کا خطرہ نہ ہوتا، تو میں لکھ دیتا کہ خطوط رضا کے موجودہ مطالعہ کے بعد میں نے امام احمد رضا کا ایک نیا چہرہ دیکھا ہے۔ ان کا ایک نیا تعارف حاصل کیا ہے۔ ان کی علمی شخصیت کی ایک نئی دنیا سے شناسائی حاصل کی ہے اور ان کی فکری توانائیوں کا ایک نیا عالم دریافت کیا ہے۔ کیسا ہی متعصب انسان کیوں نہ ہو۔ اگر ان کے خطوط کے چند صفحات بھی مطالعہ کرلے گا۔ تو ان کی علمی عظمت کا لوہا ماننے پر مجبور ہوجائے گا۔

ڈاکٹر شمس مصباحی صاحب کا بے ریا دل اور سپاٹ چہرہ اتنا بھولا بھالا ہے کہ معروف عالم محقق، تبصرہ نگار، زہرہ نگار، جادونگار، صاحب قلم حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ان کی تازہ کتاب ''پرواز خیال'' پر جوانہوں نے مقدمہ تحریر کیا ہے۔ اس نے کتاب کو حیات جاوداں عطا کردی ہے۔ پروفیسر صاحب کی یہ تحریر مولانا مصباحی صاحب کی شخصیت کی اثر آفرینی اور پرکاری بتانے کے لئے کافی ہے۔

سادی وضع قطع، لبوں پر پھیکی پھیکی معنیٰ خیز مسکراہٹ، سادہ انداز، خاموش کلامی، شیریں دیانی، عام

سا حلیہ، دھیمی آواز، گرجے، تو برق و باد، پروقار، تمکنت شعار، جو دیکھے۔ اندازہ نہ کر سکے ان طوفانوں کا، جو سینہ میں چھپائے بمبئی کی بھول بھلیوں میں گم ہیں۔ میری ان سے دیرینہ رفاقت ہے۔ پچھلی محبتوں کا واسطہ بھی۔ ماضی کی تلخیاں شیرینی میں بدل رہی ہیں اور قلم کی روشنائی میں شامل ہو کر اس کی مٹھاس بڑھا رہی ہیں۔ میں نہیں چاہتا۔ مگر لکھتا چلا جا رہا ہوں۔ میرا قلم گویا میں لکھ نہیں رہا ہوں۔ مجھ سے کوئی انجانے میں لکھوا رہا ہے۔ حالانکہ میں اتنا سنگ دل ہوں کہ جب تک خود میرا ضمیر اندر سے کسی بات کے لئے آواز نہیں دیتا۔ قرابتوں کی ساری حدیں توڑ دیتا ہوں۔ مگر قلم کی زبان نہیں کھلتی اور شاید علمی انصاف کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

ارادہ یہ تھا کہ انتہائی اطمینان وسکون کے ساتھ مکاتیب کی دونوں جلدوں کا مطالعہ کروں گا اور ضروری نوٹس تیار کروں گا۔ پھر مسودہ کے بعد مبیضہ کروں گا۔ تاکہ کچھ تو اس گلشن علم وادب کے گل چیں کا حق ادا کر سکوں۔ مگر آج کی مادی اور مصروف زندگی نے ہماری آنکھوں کی ساری نمی جذب کر لی ہے۔ اب ہم اپنے عظیم ترین محسنوں کو بھی چند لمحے دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ کہ جس نے اپنے قلم کی روشنائی کا ہر قطرہ ملت بیضاء کے دفاع اور مسلک حقہ کی تعمیر میں صرف کیا۔ آج اہل ہنر کے پاس اس پر کچھ لکھنے اور بولنے کے لئے وقت نہیں۔

میں مبارکباد پیش کرتا ہوں محب مکرم فاضل معظم مولانا ڈاکٹر شمس مصباحی صاحب کو جنہوں نے ہزاروں صفحات کو نچوڑ کر۔ لائبریریوں کی گرد چھان کر اور اپنی آنکھوں کا قیمتی لہو اس مین ٹپکا کر ارباب علم وفکر کی ضیافت کا ایک عمدہ سامان بہم پہنچا دیا۔

پچھلے تین مہینوں میں بہ کوشش تمام صرف ایک ہی جلد کا مطالعہ کر سکا ہوں۔ مگر صرف ایک جلد کے مطالعہ نے ہی علوم وافکار کی ایک نہ ختم ہونے والی دنیا واشگاف کردی ہے۔ عقل حیران ہے کہ شروع کہاں سے کرے۔ آنکھ پریشان ہے کہ کس کس منظر کو پتلیوں میں بسائے۔ قلم رقصاں ہے کہ کس جا طواف درجاناں کرے۔

ع کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

دوران مطالعہ جگہ جگہ سے حوالے بھی نوٹ کئے۔ اگر ان حوالوں کو درج کرتا ہوں، تو پورا ایک رسالہ تیار ہو جائے گا۔ اگر علامہ شمس مصباحی نے انتظار وشوق کو باقی رکھا، تو شاید آئندہ کبھی اس کی تکمیل کر دوں گا۔ سر دست یہی تاثرات ہی کافی سمجھا جائے۔

آخر میں اتنی بات عرض کردوں کہ اعلیٰ حضرت نے خطوط میں عام تصنیفات کی طرح حزم واحتیاط کی ساری حدوں کی رعایت کی ہے۔ بلکہ فقہ وفتویٰ کے وصول پر کسی بھی مکتوب کو تولہ اور پرکھا جا سکتا ہے۔ خصوصا ان خطوط کو جو کسی شرعی مسئلہ کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں

لکھے گئے ہیں۔

ان خطوط میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے بکثرت اپنے اعز تلامذہ خصوصاً علامہ ظفرالدین بہاری اور شاہ برہان الحق جبل پوری وغیرہما کو علم توقیت، علم جفر، رمل، علم طب وصحت، جغرافیہ وریاضی اور تعویذ ونقوش کے دقیق ترین مسائل سمجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ درجنوں مقامات پر حسب ضرورت عربی عبارات، فقہی جزئیات، حوالہ جات کا بے دریغ استعمال بھی کرتے ہیں۔ جس سے مکتوب انتہائی عالمانہ ہوجاتا ہے۔ خاص طور پر وہ مقامات جو پہلے ہی سے فتاویٰ رضویہ میں شامل ہیں اور کہیں کہیں وہ سہل نگاری کہ دشوار ترین فقہی یا علمی اور عقلی مسئلہ بازیچہ اطفال نظر آتا ہے۔ گویا علمی لحاظ سے بھی خطوط رضا سہل ممتنع کے اعلیٰ شاہکار ہیں۔

خطوط میں مجھے جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا، وہ ہے امام احمد رضا کا اصلی انسانی چہرہ، جو گھر، باہر، دوست احباب، قرابت دار، مریدین، ومتوسلین، اساتذہ وتلامذہ، مطبع وجماعت، اپنے اور غیر غرضیکہ سیکڑوں مسائل سے تن تنہا جوجھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نہ صرف خطوط لکھتے ہیں۔ بلکہ ان کی ترسیل وابلاغ، رجسٹری وٹکٹ، وصولیابی وگمشدگی اور ڈاکخانہ کے سارے مسائل خود حل کرتے ہیں۔ انہیں برقت یاد رہتا ہے، کونسا خط کب اور کہاں سے آیا ہے اور اس کے مندرجات کیا تھے؟ کس کا جواب دیا گیا۔ کس کا جواب نہیں دیا گیا؟ خطوط ہر طرح کے ہوتے تھے اور حسب مراتب وضرورت ہر ایک کا جواب رقم فرماتے تھے۔

خط کہاں سے لکھا گیا؟ کس کو لکھا گیا؟ اس کے مراتب واحوال، کب لکھا گیا، ابتدائیہ، اختتامیہ، دعا وسلام وغیرہ کا مکمل خیال رکھتے ہیں۔ سامنے والا اپنا مکتوب بھول جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اسے اس کے خط کا حوالہ دیتے ہیں۔ ڈاک خانوں میں کب ڈاک آتی ہے۔ کب جاتی ہے؟ کس جگہ خط کی وصولیابی میں کتنا وقت لگے۔ ان سب پر کڑی نظر ہے۔

امام احمد رضا کے خطوط کا ایک روشن باب یہ ہے کہ انہوں نے کسی بھی شخصیت کے ادب واحترام کے حوالے سے اپنی انا کو کبھی آڑے نہ دیا۔ انہوں نے اپنے شاگردوں اور شاگرد نما دوستوں یا معاصر علماء وشعراء کو جن بھاری بھرکم القاب سے یاد کیا ہے۔ انہیں پڑھ کر کبھی باور نہیں ہوتا کہ اتنا عظیم اور قد آور شخص اپنے چھوٹوں کو اس طرح خطاب کرسکتا ہے۔ افسوس کہ اب یہ معیار طلباء میں بھی اپنے اساتذہ کے تعلق سے باقی نہ رہا۔

عام طور پر دیگر مکاتب فکر کے سرکردہ ارباب قلم اعلیٰ حضرت کی ذات پر شدت پسندی کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی غیروں کی اس ہرزہ سرائی سے ناواقف بھی نہیں تھے۔ اسی خدشہ کے پیش نظر جن حضرات سے بھی مباحثہ یا مکالمہ طے پایا ہے۔ اس کا لہجہ اتنا نرم اور باوقار رکھا ہے کہ متعصب سے

متعصب انسان کو بھی ان کی رواداری، انصاف پسندی، کشادہ ظرفی، اعتدال وتوازن اور فکر وتدبر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ارباب بدایوں سے اذان ثانی کے مسئلے پر، علامہ شاہ سلامت اللہ سے مسجد کی تولیت اور وقف کے مسئلہ پر، رشید احمد گنگوہی سے کوّا خوری اور مصافحہ و معانقہ کے مسئلہ پر، اشرف علی تھانوی سے علم غیب کے مسئلہ پر، مولوی عبدالباری فرنگی محلی سے مشرکین وکفار کے ساتھ موالات کے مسئلہ پر، جو مکالمہ آپ نے فرمایا ہے۔ وہ امام احمد رضا کی دریا دلی، حق پرستی، سیر چشمی اور دوسروں کے مکابرہ وعناد کی کھلی دلیل ہے۔

شاید قارئین کو حیرت ہو کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو ۱۵ر سالوں تک مہلت دی اور ان سے مباحثہ ومجادلہ کیا۔ ان کو توبہ اور استغفار کا موقع دیا۔ ان سے اتمام حجت کیا۔ آپ نے چاہا کہ کسی طرح اس کو قائل کیا جائے اور ان کو صفائی اور صلح پر آمادہ کیا جائے۔ مگر وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ نہ سامنے آئے۔ نہ تائب ہوئے، پردے کے پیچھے سے تیر چلاتے رہے اور عوام الناس کو فرضی تحریروں کے ذریعہ گمراہ کرتے رہے۔ اس طرح ایک خالص علمی مسئلہ کو علماء دیوبند نے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر پوری امت محمد یہ دو گروہوں میں تقسیم کر کے اپنی عاقبت خراب کر لی۔

امام احمد رضا نے اپنے خطوط کے ذریعہ پورے ملک کو ایک دھاگے میں پرو دیا تھا۔ کوئی ایسا معروف شہر یا قصبہ نہیں تھا۔ جہاں آپ کا خط نہ پہنچا ہو۔ کوئی ایسا قابل ذکر معاصر عالم دین اور خوش عقیدہ سرمایہ دار نہیں ملتا۔ جو آپ کے والا ناموں سے بہرہ ور نہ ہوا ہو۔ آپ کی مراسلت کا دائرہ نہ صرف ہندوستان، بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، جزیرہ عرب، انڈونیشیا، ملیشیا، افریقہ ویورپ کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا تھا۔ ذیل میں جلد اول کے ان مقامات کی صرف ایک مختصر غیر مکرر فہرست حاضر کرتا ہوں۔ جس سے قارئین شیر قادریت کے قلم کی جولانیت اور رسائی کی ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں۔

(۱) مارہرہ شریف (۲) کانپور (۳) بدایوں شریف (۴) بلاس پور (۵) اودے پور (۶) حیدرآباد۔ دکن (۷) ڈیرہ غازی خان، پاکستان (۸) کھنڈوا، مہاراشٹرا (۹) کلکتہ، بنگال (۱۰) اکولہ، مہاراشٹرا (۱۱) سیتاپور (۱۲) علی گڈھ (۱۳) بریلی شریف (۱۴) پاک پٹن، گجرات (۱۵) رنگون، برما (۱۶) رائے پور، ایم، پی (۱۷) ملیشیا (۱۸) تھانہ بھون (۱۹) لاہور (۲۰) پنجاب (۲۱) میرٹھ (۲۲) بمبئی، مہاراشٹرا (۲۳) جبل پور، ایم، پی (۲۴) بلرام پور (۲۵) پشاور، پاکستان (۲۶) نواکھالی، بنگلہ دیش (۲۷) پیلیبھیت (۲۸) لکھنؤ (۲۹) اٹاوہ (۳۰) بنارس (۳۱) الموڑہ (۳۲) گیا، بہار (۳۳) الور، راجستھان (۳۴) گنگوہ، یوپی (۳۵) پرگنہ

،نواب گنج (۳۶) رامپور (۳۷) مکہ مکرمہ، عرب (۳۸) مدینہ منورہ، عرب (۳۹) مرزاپور (۴۰) ڈارجلنگ، آسام (۴۱) پٹنہ بہار (۴۲) مین پوری، نئی دہلی۔

ایک جگہ کئی کئی خطوط لکھے ہیں اور ان جگہوں میں جانے کیسی کیسی عظیم المرتبت شخصیات جلوہ فرما تھیں۔ اگر کسی نے ایک خط کسی ایک مسئلہ کے تعلق سے روانہ کردیا۔ تو جب تک اس کی تشفی نہ فرمادی، جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ جاری رکھتے۔ تاوقتیکہ وہ مطمئن ہوجاتے یا خود ہی خاموش نہ ہوجاتے اور اگر کہیں بات ملت محمد یہ کی آگئی اور کسی بدنہاد نے ان کی غیرت کو للکار دیا۔ تو پھر تو اسے آخری گھاٹ تک پہنچادیتے۔ گویا خطوط کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوجاتا اور خصم کو فرار کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہوتا تھا۔

آج ٹیلیفون، فیکس، موبائل فون، ٹیلی فیکس، ای میل، انٹرنیٹ، ویڈیو، آڈیو سی ڈی، ڈی وی ڈی، تیز رفتار برقی پریس اور ویب سائٹس کا زمانہ ہے۔ جس سے اطلاعات کی دنیا میں انقلاب عظیم آگیا ہے۔ اعلیٰ حضرت جس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ تیز رفتار ذریعہ ابلاغ ''تار'' ہوا کرتا تھا۔ جو آج انتہائی فرسودہ ہوچکا ہے آج اس کے بارے میں گفتگو کرنا دقیانوسیت خیال کیا جاتا ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے، مشیت ایزدی سے ہوتا ہے۔ کسی کا کچھ چلنے والا نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود عناصر فطرت میں بطور ترتیب کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت کو ایسا برق رفتار زمانہ ملتا۔ جو آج کے مرغا کھانے والے۔ صحت مند سنی مولویوں کو ملا ہے۔ تو تن تنہا اعلیٰ حضرت ایک عالم کو زیر و زبر کردیتے افسوس کہ آج ایسی عبقری اور تاریخ ساز شخصیت کے درجنوں پہلو تشنہ تحقیق ہیں۔ ان پر کام کرنے کی ضرورت ہے اب زیادہ دیر تک قارئین اور ''کلیات مکاتیب رضا'' کے درمیان حائل ہونا نہیں چاہتا۔ الحمد اللہ نماز مغرب کے بعد سے لے کر شب ساڑھے بارہ بجے تک دو نشستوں میں یہ تاثرات قلم بند ہوگئے۔ امید قوی ہے کہ قارئین ان ٹوٹی پھوٹی تحریروں کی روشنی میں امام احمد رضا کی شخصیت کو ایک بار پھر نئے سرے سے پڑھنے کی کوشش کریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر شمس مصباحی صاحب کو نئی تب وتاب کے اس عروس فکر وفن کو سنوارنے کا جذبہ دروں عطا کرے اور جن حضرات نے دامے۔ درہمے۔ سخنے۔ قدمے۔ اس کی نشر واشاعت میں تعاون کیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ عالم جلیل فاضل بے عدیل حضرت علامہ مولانا سید عبدالجلیل صاحب قبلہ رضوی خطیب وامام مسجد عبدالسلام بمبئی اوران کے رفقاء کے علم وفضل اور عمر وعمل برکتیں عطا فرمائے

پچیس صفر المظفر عرس اعلیٰ حضرت کے پر مسرت موقع پر 100 تصانیف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ رکھنے والے خوش نصیب کو ایک سال کے لئے ماہنامہ فیضان امیر اہلسنت لاہور مفت۔

محدث بریلوی کا ذوق عبادت

مکتوبات کے آئینے میں

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

میں اس ذات گرامی کی زندگی کے لیل ونہار اور عملی نمونے آپ کی نگاہوں کے سامنے لانا چاہتا ہوں جس کو میری محروم نگاہوں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا، لیکن اس کے مکتوبات کے جھلکتے آئینوں میں اس کے جمال جہاں آرا کا نظارہ ضرور کیا ہے اور وہ عکس ہائے رنگا رنگ دیکھے ہیں جن میں اس کی جلوت بھی ہے اور خلوت بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، سفر بھی ہے اور حضر بھی، غم والم کے جان گداز مظاہر بھی ہیں اور فرح وسرور کے دلنواز مناظر بھی، شباب کے اسوے بھی ہیں اور پیری کے نمونے بھی۔ یہ سب اس ذات والا صفات کے پرتو جمال ہیں، بلکہ آئینہ خد وخال ہیں اور اس سے آگے بڑھ کر ان کی گہرائی میں اتر کر دیکھیے تو وہ اتباع سنت کی نور منیر شعاعیں اور ایمان کو تازگی دینے والے محبوب ادائیں ہیں، ایک ایک عکس اپنی جگہ حب الٰہی کا درآبدار ہے اور عشق رسالت کو نور گہر بار، وہ خود نغمہ سرا ہیں:

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

لیکن ان حقائق ومعارف کا صحیح وجدان اہل بصیرت ہی حاصل کر سکتے ہیں نہ کہ مجھ جیسا کوتاہ نظر، ظاہر بیں۔

حد ودِ عشق کی منزل خدا جانے کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

ہم نے ان عکوس کی روشنی میں آپ کی زندگی کے شب وروز کا جہاں تک مشاہدہ کیا ہے اس کے لحاظ سے ان کا ہر ہر لمحہ اور ایک ایک آن اتباع رسول کا زندہ شاہکار ہے۔ اب بطور نمونہ خاص کر آپ کے ذوق عبادت کے تعلق سے چند مثالیں پیش کرتا ہوں: جن سے یہ واضح ہوگا کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی زندگی کو شریعت کے سانچے میں کس طرح ڈھال رکھا تھا۔

(۱) نماز کی پابندی:

نماز وہ عظیم عبادت ہے جس کا رتبہ اعمال میں سب سے بڑا ہے، سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام نے اسے ''اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک'' بتایا۔

ارشاد فرماتے ہیں:

وجعلت قرة عینی فی الصلاة ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔ (۱)

سفر، حضر ہر جگہ، وقت پر اس کی ادائیگی کو لازم قرار دیا گیا اور اس سے غفلت ولا پرواہی پر عذاب نار کی دھمکی سنائی گئی ہے۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول! اسلام میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سی چیز پیاری ہے؟ فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔

ومن ترک الصلاۃ فلادین لہ والصلاۃ عماد الدین (۲)

''جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین نہ رہا اور نماز دین کا ستون ہے''۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ (سرکار نے تین بار یہی فرمایا اور ہر بار) صحابہ نے عرض کیا خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں! تو آپ نے فرمایا تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اسے جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں تو اس پر رحم کروں اور چاہوں تو اسے عذاب دوں۔

(طبرانی، سند صالح)

☆ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ **فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون** ''خرابی ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں''۔

ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔ (بزاز ومجی السنۃ) یہ اللہ کے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیبات ہیں جنہوں نے ایک طرف اپنی امت کو نماز کی محافظت وپابندی کا یہ درس دیا اور دوسری طرف اس پر عمل کر کے دنیا کو دکھا بھی دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز صحابہ کرام کیساتھ اس کے وقت میں ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔

امام احمد رضا ان ہی رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار تھے اس لئے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہتے سنا وہی کہنے لگے (۳) اور جو کرتے دیکھا اسپر عمل پیرا ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے **صلوا کما رائتمونی اصلی** کا عکس زیبا جھلکتا ہے۔ اور سفر وحضر ہر جگہ آپ نماز کے اوقات میں اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سجدہ ریز نظر آتے ہیں جیسا کہ واقعات ذیل شاہد ہیں۔

(۱) ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں اعلیٰ حضرت نے عیدالاسلام حضرت مولانا عبدالسلام صاحب علیہ الرحمۃ کی دعوت پر جبل پور کا سفر بیماری کی حالت میں

کیا، آغاز سفر کا ذکر حضرت برہان ملت علیہ الرحمۃ یوں کرتے ہیں۔

"صبح چار بجے اعلیٰ حضرت اور خادم برہان گاڑی پر (بریلی ریلوے) اسٹیشن کیلئے روانہ ہوئے، میں نے عرض کیا حضرت عین نماز کے وقت گاڑی روانہ ہوگی، نماز فجر کہاں ادا کی جائے گی؟ اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔

"انشاء اللہ پلیٹ فارم پر"

اسٹیشن پہنچنے پر معلوم ہوا کہ گاڑی چالیس منٹ لیٹ ہے، پلیٹ فارم پر جاء نماز، چادریں رومال بچھا لئے گئے اور بعونہ تعالیٰ کثیر جماعت نے اعلیٰ حضرت کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت تھی کہ اطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہوئے۔

(۲) حضرت مولانا عبدالسلام صاحب اپنے رفقاء کے ہمراہ اعلیٰ حضرت کے استقبال کیلئے کٹنی تک چلے آئے تھے آگے کا واقعہ حضرت برہان ملت یوں لکھتے ہیں۔

"ٹرین چار بجے کٹنی پہنچی۔ اعلیٰ حضرت کیلئے وضو کا انتظام کیا گیا، فرمایا نماز فجر کہاں ہوگی؟ عرض کیا سلیمناباد میں، لیکن صرف تین منٹ گاڑی ٹھہرتی ہے حضور وضو فرمائیں۔ خادم حاضر ہوتا ہے۔ میں انجن کی طرف بڑھا، دیکھا ڈرائیور مسلمان ہیں اور وہ بھی اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کر کے جا رہے ہیں، مجھ سے مصافحہ کیا، میں نے کہا سلیمناباد میں نماز فجر ادا کرنا ہے، پوچھا کتنا وقت لگے گا؟ میں نے کہا ۱۲ یا ۱۵ منٹ۔ کہا میں لیٹ کردوں گا۔ گارڈ بھی مل گیا اس نے بھی اطمینان دلایا، گاڑی بڑے وقت پر سلیمناباد پہنچی، پلیٹ فارم پر جاء نماز چادریں، رومال بچھا کر تقریباً ۳۰۰ کی جماعت ہوئی، پوری ٹرین کے مسافر دیکھ رہے تھے اعلیٰ حضرت اطمینان کے ساتھ وظیفہ سے فارغ ہو کر گاڑی میں تشریف لائے۔ (۵)

(۳) "جبل پور کے قیام کے دوران اعلیٰ حضرت کے معمولات سے حضرت برہان ملت نے ایک یہ بھی شمار کیا ہے کہ نماز کیلئے پانچوں وقت مسجد پیدل تشریف لاتے۔" (۶)

ان دنوں عید الاسلام اس مسجد میں نماز ادا فرمانے جاتے یہ قدیم کوتوالی کی طرف ہے اس کا فاصلہ آپ کے دولت خانہ سے پانچ سو قدم سے زیادہ ہے۔ ایک نحیف وناتواں کے لئے اتنا فاصلہ بھی بہت ہے بلکہ یہ فاصلہ استطاعت سے کہیں زیادہ ہے۔

(۴) جبل پور سے واپس ہو کر ۲۲ رجب ۳۷ھ کو اعلیٰ حضرت نے بریلی سے حضرت عید الاسلام کو یہ اطلاع نامہ بھیجا۔ "شب دوشنبہ ۸ بجے مع الخیر اسٹیشن بریلی پر آیا" راہ میں بڑی نعمت، بفضلہ عزوجل یہ پائی کہ نماز مغرب کا اندیشہ تھا، شاہجہانپور ۶-۳۳ پر آمد تھی کہ ہنوز وقت مغرب نہ ہوتا اور صرف ۸ کے قیام۔ مگر گاڑی بفضلہ تعالیٰ ۱۵ منٹ لیٹ ہو کر شاہ جہاں پور پہنچی اور ۱۰ منٹ

ٹھہری کہ بہ اطمینان تمام نماز اچھے وقت ادا ہوئی، وللہ الحمد۔ موٹر بلحاظ ہمراہیاں (جو استقبال کیلئے اسٹیشن پر کثیر تعداد میں آئے تھے) بہت آہستہ خرامی کے ساتھ یہ دیر مکان پر پہنچا، فقیر نے ابتداء بہ مسجد کی، نماز عشاء ہوئی "(۷)

(۵) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۵۲ برس کی عمر میں دوسری بار سفر حج کیا، مناسک حج کی ادائیگی کے بعد آپ ایسے علیل ہوئے کہ دو ماہ سے زیادہ صاحب فراش رہے جب کچھ روبہ صحت ہوئے تو ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو زیارت روضہ انور کے لئے مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر جدہ سے بذریعہ کشتی رابغ پہنچے اور وہاں سے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اونٹ کی سواری کی، اب آگے کا واقعہ خود اعلیٰ حضرت کی زبانی سنئے۔

"راہ میں جب "پیر شیخ" پر پہنچے ہیں منزل چند میل باقی تھی اور وقت فجر تھوڑا۔ جمالوں (اونٹ والوں) نے منزل ہی پر روکنا چاہا اور جب تک وقت نماز نہ رہتا۔ میں اور میرے رفقاء اتر پڑے، قافلہ چلا گیا، کرچ کا ڈول پاس تھا، لیکن رسی نہیں اور کنواں بھی گہرا۔ عمامے باندھ کر پانی بھرا، وضو کیا بحمد اللہ تعالیٰ نماز ہوگئی۔ اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ طول مرض سے ضعف شدید ہے اتنے میل پیادہ (پیدل) کیونکر چلنا ہوگا، منہ پھیر کر دیکھا تو ایک جمال (اونٹ والا) محض اجنبی، اپنا اونٹ لئے میرے انتظار میں کھڑا ہے، حمد الٰہی بجالایا، اس پر سوار ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ کیسا لائے؟ کہا ہمیں شیخ حسین نے تاکید کردی تھی کہ شیخ کی خدمت میں کمی نہ کرنا۔ کچھ دور آگے چلے تھے کہ (دیکھا کہ) میرا اپنا جمال اونٹ لئے کھڑا ہے، اس سے پوچھا، کہا کہ جب قافلے کے جمال نہ ٹھہرے، میں نے (دل میں) کہا شیخ کو تکلیف ہوگی قافلے میں سے اونٹ کھول کر واپس لایا۔

یہ سب میرے سرکار کرم کی وسعتیں تھیں۔ صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم وعلیہ وعلی عترتہ قدر افتہ ورحمۃ ورنہ کہاں یہ فقیر، اور کہاں سردار رابغ شیخ حسین جن سے جان نہ پہچان۔ اور کہاں وحشی مزاج جمال اور ان کی یہ خارق العادات روشیں" (۸)

سبحان اللہ! یہ ہے ذوق نماز اور شوق عبادت! کہ نماز کے فوت ہونے کے اندیشے سے دل بے قرار اور بے چین ہوگیا، وقت سے نماز ادا ہوگئی تو دل کو قرار مل گیا اور جان میں جان آگئی، مہینوں کی طویل علالت اور ضعف شدید کے باوجود ہر طرح کی کلفت و مشقت سے بالکل بے پرواہ ہوکر قافلہ کا ساتھ چھوڑ دیا مگر "احب العبادات" نماز کو چھوڑنا گوارا نہ فرمایا، یہ عاشق رسول اسے "نعمت عظمیٰ" سمجھتا ہے اور خدائے پاک کی اس نوازش پر وہ اس کا شکر بھی ادا کرتا ہے۔ یقیناً جو چیز خدائے ذوالجلال کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو، بہت ہی زیادہ پیاری ہو وہ ایک "مومن کامل" کے لئے "نعمت عظمیٰ" ضرور ہوگی۔

اور قربان جایئے۔ اتباع سنت کے اس جذبہ ... کہ آپ سواماہ کے بعد باہر سے اپنے وطن عزیز میں ... ہے لیکن بچوں سے ملنے سے پہلے کشاں کشاں خانہ خدا میں حاضر ہورہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بچوں سے ملنے میں جماعت فوت ہوجائے۔ یہ ہے نماز کی محافظت۔ اور یہ ہے شوق سجدہ۔

(۲) بیماری کی حالت میں نماز

نماز بڑی سے بڑی بیماری اور انتہائی کمزوری کی حالت میں بھی معاف نہیں ہوش وحواس اگر باقی ہیں تو ہر حال میں اسکی ادائیگی بعض خاص صورتوں کے سوا فرض قرار دی گئی ہے البتہ اس کی ادائیگی کے طریقوں میں نرمی اور آسانی کا یہ لحاظ کیا گیا ہے کہ کھڑا ہونا مشکل ہو تو عصاء کے سہارے نماز پڑھو، بیٹھنے کی سکت نہ ہو۔

تو کسی چیز سے ٹیک لگالو، اس کی بھی قدرت نہ ہو تو لیٹے ہی لیٹے اشارے سے اس کا سجدہ بندگی بجالاؤ، ارشاد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

صلی قائما، فان لم تستطع فقاعدا، فان لم تستطع فعلی جنب تومی ایماء

(۹) ''کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو لیٹ کر اشارے سے ادا کرو۔''

خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہی رہا ہے کہ اپنی بیماری اور ضعف وکمزوری کی حالت میں بیٹھ کر نماز ادا کی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد وعمل کی مکمل عملی تصویر تھی، قیام پر قدرت ہے تو کھڑے ہوکر ہمہ تن شوق مولیٰ سے راز و نیاز میں مشغول ہیں، بدن میں طاقت نہیں تو عصاء کے سہارے قیام ہورہا ہے اسی کے سہارے رکوع وسجود ادا ہورہے ہیں۔ لیکن کبھی راحت نفس کیلئے نماز نہیں چھوڑتے۔ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب علیہ الرحمۃ کے نام اپنے ایک مکتوب (مورخہ ۴ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ) میں آپ لکھتے ہیں:

''ڈھائی سال سے اگرچہ امراض درد کمر و مثانہ وسرو غیرہا امراض کا لازم ہوگئے ہیں، قیام وقعود، رکوع وسجود بذریعہ عصاء ہے مگر الحمدللہ کہ دین حق پر استقامت عطا فرمائی ہے کثرت عبادت روز افزوں ہے اور حفظ الٰہی تفضیل نامتناہی شامل حال، والحمدالله رب العالمین''

(اکرام ص ۱۲۸)

(۲) اعلیٰ حضرت کے قیام جبل پور کے دوران ایک روز حضرت عبدالسلام نے عرض کیا ''جبل پور خوش نصیب ہے کہ یہاں حضور کی صحت بہت اچھی ہے بریلی شریف میں۔ کبھی کبھی نماز میں رکوع وسجود میں عصاء کا سہارا لینا پڑتا تھا، یہاں نہیں دیکھا۔ (اکرام ص ۹۸)

(۳) اعلیٰ حضرت اپنے مرض الموت کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

اس مرض کے ساتھ ہی شدت کھانسی وزکام اور بلغم میں لزوجت ایسی کہ دس دس جھٹکوں کے بعد بہ دشواری جدا ہوتا، کھانسی اس قدر شدت کی، اتنے جھٹکے ہوتے اور جگر و پہلو میں درد، ان کو ان جھٹکوں کی اصلاً خبر نہ ہوتی، یہ وہ مرض تھا کہ بائیس دن میں بازو کا گوشت صحیح پیائش سے سوا انچ گھل گیا، رانوں کا ابتدائی حصہ اتنا رہ گیا جتنے بائیس دن پہلے بازو تھے۔ شدت قبض و ہیجان ریاح کا سلسلہ اب تک (جاری) ہے۔ اب مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی، پندرہ روز سے اسہال (دست) شروع ہوئے۔ اس نے بالکل گرا دیا۔ نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے اس پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین تین بار ہمت سے ہوتا۔ الحمدللہ کہ اب تک فرض و وتر، اور صبح کی سنتیں بذریعہ عصاء کھڑے ہی ہو کر پڑھتا ہوں مگر جو دشواری ہوتی ہے۔ دل جانتا ہے۔ نبض کی یہ حالت ہے۔ ایک منٹ میں چار چار بار رک جاتی ہے۔ دو دو قرع کی قدر رکی رہتی ہے پھر باذنہ تعالیٰ چلنے لگے ہے۔

(اکرام ص ۱۱۴، ۱۱۵ خلاصہ بلفظہ)

شریعت کا قانون ہے کہ جب تک مریض کسی چیز کے سہارے قیام وقعود اور رکوع وسجود پر قادر ہو اس سے نماز معاف نہیں ہے اور نہ ہی اسے رکوع وسجدہ کے لئے اشارہ کی اجازت ہے اس لئے آپ نفس پر مشقت و تکلیف برداشت کر کے نماز کو تمام شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں مگر محبوب کی "آنکھوں کی ٹھنڈک" نماز میں کوئی کمی گوارا نہیں کرتے۔ یہ اتباع سنت کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے جس کی نظیر آج کے زمانے میں نظر نہیں آتی۔

(۴) جماعت کا التزام

احادیث کریمہ میں جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا ہے، مئونہ انداز میں طرح طرح سے اس کی تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کے ترک کو تعزیز شدید کا باعث قرار دیا گیا ہے ایک حدیث میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کے متعلق یہاں تک فرمایا۔

ثم اخالف الی رجال لا یشھدون الصلوۃ فاحرق بیوتھم (میں نے ارادہ کرلیا کہ) جو لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے۔ ان کے گھر ان کے سمیت آگ سے جلا دوں۔

ایک حدیث میں سرکار نے فجر و عشاء کی جماعت کی اہمیت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی:

ولو تعلمون مافیھما لاتیتموھما ولوحبو اعلی الرکب "اگر تمہیں نماز فجر وعشاء کا ثواب عظیم معلوم ہو جائے، تو یقیناً تم لوگ ان نمازوں کیلئے آؤ گے اگرچہ گھٹنوں کے بل چل کر، یا پیٹ کے بل گھسیٹ کر (یعنی گرتے پڑتے) آنا پڑے۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا اور دوسرے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا (مشاہدہ کی روشنی میں) یہ فیصلہ ہے کہ:

ما یتخلف عن الصلاۃ الا منافق قد علم نفاقہٗ ام مریض ان کان المریض لیمش بین رجلین حتی یاتی الصلوٰۃ نماز جماعت سے صرف دو شخص پیچھے رہتے ہیں۔ ایک تو منافق جس کا نفاق لوگوں پر ظاہر و آشکار ہو چکا ہو، اور دوسرے بیمار، بے شک بیمار آدمی بھی دو آدمیوں کے بیچ میں ان پر ٹیک لگا کر چلتے ہوئے مسجد میں حاضر ہوتا۔

یعنی جس مریض کی یہ حالت ہوتی کہ دو آدمیوں کے درمیان چل کر ان کے سہارے کس طرح مسجد تک پہنچ سکے۔ وہ بھی عہد رسالت و عہد صحابہ میں مسجد میں حاضر ہو کر شریک جماعت ہوتا اور جو مریض انتہائی ضعیف اور کمزوری کی وجہ سے اسی طور پر بھی حاضری سے معذور ہوتا وہی جماعت سے پیچھے رہ جاتا۔ یا پھر کوئی کھلا منافق ہی پیچھے رہتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مرض وصال میں ایک بار اسی انداز سے مسجد میں تشریف لائے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ ہم نے عرض کی نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لگن (نہانے کا برتن) میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا۔ پھر کھڑے ہونے لگے تو غشی طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا تو پھیر وہی بات پوچھی ہم نے وہی جواب دہرایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، کھڑے ہونے کے وقت غشی طاری ہوئی، افاقہ کے بعد پہلے ہی کی طرح سوال و جواب ہوئے غسل فرمایا، غشی آئی، افاقہ ہوا، اور اس بار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے عرض کیا نہیں، اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ نماز عشاء کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں اس مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر بھیجی کہ وہ نماز پڑھا دیں، تو انہوں نے نماز پڑھائی، بیماری کے دنوں میں وہی نماز پڑھاتے رہے۔

لم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجدمن نفسہ خفتہ فخرج بین رجلین احدعھما العباس الصلوۃ الظھر. قال (ابن عباس) الذی کان مع العباس ھو علی رضی اللہ عنہ.

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تو آپ نماز ظہر کیلئے دو آدمیوں کے بیچ میں (ان کے سہارے) چل کر تشریف لے گئے۔ دو آدمیوں میں سے ایک حضرت عباس تھے اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

وقام بھادی بین رجلین و رجلاہ تخطان فی الارض

آپ دو آدمیوں پر ٹیک لگا کر ان کے بیچ میں ادھر ادھر جھکتے ہوئے یوں چل رہے تھے کہ آپ کے قدم ناز زمین سے گھسٹ رہے تھے۔

ایک روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ واقعہ آپ کے عرض وصال کا ہے: لما مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم منه الذي توفي فيه ان احادیث کو ذہن میں رکھ کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی پاک کا جائزہ لیجئے تو ان میں نمایاں طور پر صحابہ کرام بلکہ خود سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کا عکس جمیل جھلکتا ہوا نظر آئے گا، اور آپ محسوس کریں گے کہ اعلیٰ حضرت نے زندگی بھر ماہ رسالت اور اس کے نجوم ہدایت سے جو کسب نور کیا تھا وہ نور خود ان کی ذات انور میں جگمگا رہا ہے۔ بڑھاپے کا زمانہ ہے کثرت کار ہجوم افکار نزول بلایا وشدت امراض کے باعث آپ کے قویٰ کے ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں۔ نقاہت اور کمزوری حد درجہ کو پہنچ چکی ہے، چند قدم چلنے کی بھی بدن میں طاقت نہیں رہ گئی۔ گویا۔

اڑائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان ان کی

مگر اس مرد باخدا کے عزم حوصلہ کی بلندی کا عجب حال ہے کہ وہ تمام دشواریوں، مجبوریوں اور معذریوں کے باوجود قرب مولیٰ کے شوق میں جانب منزل یوں رواں دواں ہے کہ:

ان کا پتہ نہ پوچھو بس آگے بڑھے چلو
ضعف مانا، مگر اے ظالم دل
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

وہ منزل "مسجد" ہے جہاں اتباع رسول کا جذبہ صادق انہیں کھینچ لئے جا رہا تھا، آپ بھی اس کا ایک منظر ملاحظہ کیجئے۔

"اجل نزدیک، اور عمل رکیک، وحسبنا الله ونعم الوكيل"

چار دن کم پانچ مہینے ہوئے، آنکھ دکھنے آئی اور اس پر اطوار مختلفہ وارد ہوئے، ضعف قائم ہو گیا، سیاہ خیالات نظر آتے ہیں، آنکھیں ہمہ وقت نم رہتی ہیں۔ اول تو مہینوں کچھ لکھ پڑھ ہی نہیں سکا، اب یہ (حال) ہے چند منٹ نگاہ نیچی کرنے سے آنکھ بھاری پڑ جاتی ہے۔ کمزوری بڑھ جاتی ہے۔ پانچ مہینے سے مسائل ورسائل سب زبانی بنا کر لکھے جاتے ہیں۔ بارہویں ربیع الاول کی شام سے ایک ایسا مرض لاحق ہوا کہ عمر بھر میں نہ ہوا تھا نہ اللہ تعالیٰ کسی سنی کو اس میں مبتلا کرے۔ بہتر گھنٹے کامل اجابت نہ ہوئی، پیشاب بھی بند ہو گیا۔ مولیٰ تعالیٰ نے فضل فرمایا مگر ضعف بدرجہ، غایت ہے، نواں روز ہے بخار کا دورہ ہوا، ضعف کو اور قوت بخشی، روز تجربہ کیا مسجد تک جانے آنے کے تعب سے فوراً بخار آ جاتا ہے مجبورانہ کئی روز سے یہ ہے کہ کرسی پر بیٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے ہیں ظہر کو جاتا اور مغرب پڑھ کر آتا ہوں طالب دعا ہوں"

(۲تا۵) اس بیماری کا تذکرہ آپ کے مختلف خطوط میں اجمال یا تفصیل کے ساتھ ملتا ہے، آپ نے یہ خطوط ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب

بہاری رحمۃ اللہ علیہ جناب مولانا حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ، احمد آباد گجرات اور مجاہد کبیر حضرت مولانا حاکم علی صاحب علیہ الرحمۃ موتی بازار لاہور، پاکستان کے ضروری استفسار یا اہم دینی مکتوب کے جواب میں ارقام فرمائے ہیں۔ حضرت مولانا حاکم علی صاحب کے استفسار کے جواب میں آپ نے رسالہ مبارکہ نزول آیات فرقان، سکون زمین و آسمان تصنیف فرمائے ہیں۔ وہی کیفیت اب تک ہے اب بھی اسی طرح چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں۔

حضرت مولانا احمد بخش صاحب کے جواب میں ایک مبسوط فتوی تحریر فرمایا ہے اس کے شروع میں تاخیر کا عذر پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

۱۲ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام سے سخت علیل ہوا، ایسا مرض کبھی نہ ہوا تھا، میں نے وصیت نامہ لکھوا دیا، اسی دوران میں آپ کا قصیدہ حمیدہ نعتیہ آیا، مجھ میں دیکھنے کی قوت کہاں تھی وہ کاغذات میں مل گیا اور مہینوں گم رہا، زوال مرض کو مہینے گزرے مگر جو ضعف شدید اس سے پیدا ہوا تھا اب تک بدستور ہے فرض وتر اور صبح کی سنتیں بدقت کھڑے ہو کر پڑھتا ہوں، باقی سنتیں بیٹھ کر۔ مسجد میرے دروازے سے دس بارہ قدم ہے وہاں تک چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر لے جاتے ہیں اور لاتے، اور باقی امراض کہ کئی برس سے کالازم بدستور ہیں کبھی ترقی، کبھی تنزل و الحمد لله علی کل حال واعوذ بالله من حال اهل النار، حاش لله استغفر الله معاذ الله. یہ بطور شکایت نہیں بلکہ صرف معذرت کیلئے اظہار واقعیت، اس کے وجہ کریم کو حمد ابدی ہے۔

(۶) حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مکتوب (نوشہ ۵ محرم شریف سن ۴۷ھ) میں اپنا حال اس طرح لکھتے ہیں۔

''۲۲رذیقعدہ سے آج ۲۲رربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی، مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا، جمعہ کیلئے لوگ کرسی پر بیٹھا کر لے جاتے اور لے آتے، ۱۱رمحرم شریف سے بارے حاضری کا شرف پاتا ہوں۔ لوگ بازو پکڑ کر لے جاتے ہیں نقاہت و ضعف اب بھی شدت ہے دعا کا طالب ہوں''۔

(۷) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ماہ وصال و مرض وصال میں حضرت عبدالاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کئی حوادث سے دوچار ہوئے آپ نے تعزیت کیلئے عدم حاضری کی وجہ ذکر کرتے ہوئے تفصیل سے اپنی جانکاہ اور انتہائی صبر آزما و حوصلہ شکن بیماریوں کا حال پر ملال لکھا ہے اسی کا ایک مختصر اقتباس یہ ہے:

''شدت قبض و ہیجان ریاح کا سلسلہ اب تک ہے۔ ۱۴رمحرم کو پہاڑ (بھوالی) سے واپس آیا لاری والے میرے احباب تھے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ لاری میں میرے لئے پلنگ بچھا کر لائے اور بفضلہ تعالیٰ بہت آرام سے آنا ہوا۔ یہاں جب تک آیا ہوں اتنی قوت باقی تھی کہ عشاء نے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر لے گئے، عصر بھی مسجد میں ادا کی پھر بخار آ گیا

اوراب مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی۔ پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے۔ اس نے بالکل گرادیا ہے۔ آٹھویں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے، مکان سے مسجد تک جانے میں وہ تعب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنتیں بھی بدقت تمام پڑھی جاتی ہیں اوراس تکان سے عشاء تک بدن چور رہتا ہے۔ نبض کی یہ حالت یہ ہے کہ ایک ایک منٹ میں چار چار بار رک جاتی ہے۔ لہذا بادل ناخواستہ حاضری سے معذور ہوں"۔

یہ مکتوب ۹ رصفر ۱۳۴۰ھ کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے املا کیا اوراس کے صرف دو ہفتہ بعد ۲۵ رصفر کو ظہر کے وقت آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ ان خطوط کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کو اتباع سنت کا بے پناہ شوق تھا، کہنے کو تو وہ یہ کہتے ہیں:

حشر میں کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا

لوٹ جاؤں پاکے وہ دامان عالی ہاتھ

لیکن سرکار علیہ التحیۃ والثنا سے ان کی وارفتگی، عشق کا عالم یہ ہے کہ دنیا میں ہے آپ کے ایک ایک قول و فعل پر عمل کیلئے دیوانہ وار مچل رہے ہیں۔ بدن میں طاقت نہیں لیکن جماعت میں شرکت کیلئے بے چین ہیں۔ کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کو کسی بھی حال میں وسعت کے باوجود جماعت سے غیر حاضری گوارانہ تھی۔ لوگوں کے سہارے کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں حاضر ہورہے ہیں۔ اور حالت یہ ہے کہ یہ آمد ورفت بھی آپ کے لئے سخت کلفت ومشقت کی باعث ہے۔ یہ سب اس جذبہ شوق میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی بیماری و ناتوانی کی حالت میں دو آدمیوں کے بیچ میں چل کر جماعت میں شرکت ہوا کرتے تھے اور ایک دفعہ خود حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی انداز سے مسجد میں تشریف لائے تھے۔ بلاشبہ اعلیٰ حضرت کا یہ مثالی کردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی اسی سنت کے اتباع میں تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ادا جو آپ کے دو آدمیوں کے بیچ میں چل کر جانے میں تھی کرسی پر جانے میں ادا نہیں ہوتی اس لئے اعلیٰ حضرت بسا اوقات دو آدمیوں کے بیچ میں چل کر بھی مسجد تشریف لے گئے تاکہ محبوب کی وہ ادا بھی ادا ہو جائے ایک عاشق کیلئے ادائے محبوب میں مشابہت کا جو لطف ہے وہ صرف متابعت میں کہاں

ذوق این مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی اعلیٰ

حضرت کے مکتوبات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ دنوں انتہائی ضعف اور کمزوری کی بناء پر مسجد میں حاضر نہ ہوسکے مگر یہ اس لئے تھا کہ شریعت نے بے بسی کی حالت میں حاضری کا مکلف ہی نہیں کیا ہے خود سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے بھی اس کی شہادت فراہم ہوتی ہے البتہ سرکار کا یہ عمل عذر کی وجہ سے بادل ناخواستہ تھا اس لئے یہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد سے اپنی غیر حاضری کو دل سے گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ اسے اپنی محرومی سمجھتا ہے۔ وہ بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ اپنے قرۃ العین ودرۃ الزین (حضرت ملک العلماء) کو لکھتا ہے کہ:

''مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا''

خدا کی قسم! یہ امام احمد رضا قدس سرہ کے اتباع سنت کا وہ بے مثال نمونہ ہے جسے دیکھ کر عہد رسالت وعہد صحابہ کی یاد دلوں میں تازہ ہوجاتی ہے۔

(۴) صحرا میں اذان کی صدا

ذان اہم شعائر اسلام سے ہے حدیث پاک میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لایسمع مدی صوت الموذن جن والانس ولا حتی الا شهد له یوم القیمه (رواه البخاری)

''موذن کی آواز پہنچنے کے آخری مقام تک جن و انسان اور حیوانات ونباتات وجمادات سے ہر چیز جو یہ آواز سنتی ہے۔ وہ سب کے سب قیامت کے دن موذن کیلئے اس کے ایمان اور فضل وکرامت کی گواہی دیں گے۔''

ایک حدیث میں ہے:

ویشهدله کل رطب ویابس

''ہر خشک وتر موذن کیلئے گواہ ہوجاتے ہیں۔''

ایک دفعہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بنفس نفیس اذان دی، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں'' درمختار میں خیاء کے حوالہ سے ہے کہ ایک سفر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اذان دی، اقامت فرمائی، اور نماز ادا کی۔ ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں اذان دی اور اپنے صحابہ کرام کے ساتھ نماز ادا کی، امام ابن حجر مکی کی تحفۃ الاسلام میں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی، تو تشہد میں اشہدان رسول اللہ کہا۔ علامہ ابن حجر نے اس حدیث کی صحت کا اشارہ کیا ہے اور یہ نص مفسر ہے، جو قابل تاویل نہیں''۔

امام احمد رضا نے اس سنت کی پیروی کا جو نمونہ پیش کیا ہے۔ وہ بڑا ہی قابل رشک ہے۔ جمادی الاخرہ ۱۳۳۷ھ میں قیام جبل پور کے دوران ایک روز آپ سیرو تفریح کیلئے نربداندی تک چلے گئے۔ وہیں پر نماز مغرب کا وقت ہوگیا، اب آگے کا واقعہ حضرت برہان رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سننے۔ رقمطراز ہیں:

''بندر کودنی کے خشک ریت کے میدان میں مصلی اور رومال وغیرہ بچھالئے گئے، میں نے اذان دینے کے ارادے سے کان میں انگلیاں لگائیں کہ اذان کی آواز سنائی دی، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت اذان دے رہے تھے۔ حضرت ہی نے اقامت فرمائی اور نماز مغرب پڑھائی، فارغ ہونے پر ہم سب قدم بوس ہوئے تو اپنے دست مبارک میں خادم کا ہاتھ لے کر فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے۔ وہاں کا ہر فرد شاہد اور گواہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے میں نے اذان دی کہ یہاں کا بہتا ہوا دریا، پہاڑ، درخت، سبزہ اور ریت سب مجھ فقیر کیلئے شاہد ہوجائیں''۔

سبحان اللہ! بڑی قابل رشک ہے۔ یہ نیت کہ اذان کے ساتھ اس مبارک نیت کے حسین امتزاج سے نہ صرف یہ

کہ اس کا ثواب دوبالا ہوگیا۔ بلکہ بڑی بات یہ ہوئی کہ رسول کی سنت کامل طور سے ادا ہوگئی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نیت حسنہ سے خالی نہیں ہوتا وہ خود فرماتے ہیں۔ انما الاعمال بالنیات نیته المومن خیر منعمله تو آپ نے سفر میں جواذان دی تھی، وہ یقیناً'' نیت حسنہ (جو بھی ہو) کی مظہر ہوگی، اس لئے اعلیٰ حضرت اتباع رسول میں جب سفر میں اذان کی صدائے حق بلند کرتے ہیں، تو اسے نیت حسنہ سے مزین وآراستہ کرکے بلند کرتے ہیں۔ تاکہ ظاہر وباطن ہر طرح سے رسول کے اسوہ حسنہ کا کامل اتباع ہوجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اقامت فرما کر امامت بھی کی تھی۔ اس لئے اعلیٰ حضرت بھی خود ہی اقامت وامامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ کہ شیوہ محبت یہی ہے کہ محبوب جو کچھ کرے محب وہ سب کچھ اس انداز سے بجالائے۔ آپ نے یہ سبق صحابہ کرام کے مکتبہ عشق سے سیکھا ہے۔ مولائے کائنات حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چوپائے پر سوار ہوکر دعا پڑھی پھر ہنس پڑے، ان سے پوچھا گیا اے امیر المومنین اس وقت آپ کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا (رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبغ کما منسقت ثم ضحک) میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایسا ہی کیا۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا پھر آپ ہنس پڑے (مطلب یہ ہے کہ میں نے اس موقعہ سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے دیکھا ہے اس لئے میں بھی ہنس پڑا مقصود صرف سرکار کی ادا کا لحاظ ہے اور بس) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اسی مکتب عشق کے پروردہ تھے اس لئے آپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کرتے دیکھا اسی پر عمل پیرا ہوگئے اور رسول کو جیسے چلتے دیکھا اسی انداز سے چل پڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو اپنا حرز جان بنالیا اور آپ کے نقش قدم کی پیروی کو دین وایمان۔

راجع وحواشی

(۱) مشکوٰۃ شریف باب فضل الفقراء، بحوالہ احمد ونسائی، ص:۴۴۹

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد دوم، بحوالہ، شعب الایمان، بیہقی

(۳) درج بالا تین حدیثیں فتاویٰ رضویہ جلد دوم حاجز البحرین میں اعلیٰ حضرت نے نقل کی ہیں۔

(۴) اکرام امام احمد رضا (مجموعہ مکاتیب اعلیٰ حضر... ۸۶، ۸۷

(۵) اکرام امام احمد رضا (مجموعہ مکاتیب اعلیٰ... ص:۸۸

(۶) اکرام امام احمد رضا (مجموعہ مکاتیب اعلیٰ حضر... ص:۸۹

(۷) اکرام امام احمد رضا (مجموعہ مکاتیب اعلیٰ حضرت ص:۹۹

(۸) الملفوظ حصہ دوم، ص:۳۲، ۳۳

(۹) الدرایہ فی تخریج احادیث الهدایہ باب صلوٰۃ المریض بحولہ بخاری وسنن اربعہ

امام احمد رضا کی مکتوب نگاری

ڈاکٹر صابر سنبھلی: مراد آباد

امامِ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر نثر نگاری کی اور اردو ادب کے سرمائے میں قابل قدر اضافہ کیا۔ لیکن ابھی تک نہ تو ان کی نثر کی کمیت کا صحیح انداز ہو پایا ہے اور نہ کیفیت کا۔ جیسا کہ سبھی جانتے ہیں ان کی نثر کا موضوع اول تا آخر دین اسلام رہا۔ لیکن طویل مدت تک لکھنے اور بسیار نویسی کے باعث ان کی نثر کا اسلوب بھی ایک نہیں ہے۔ تحقیقی تحریروں کا اسلوب الگ ہے تو تنقیدی تحریروں کا الگ، فقہ کا الگ ہے تو عقائد کا الگ، منقولات سے کام لیتے ہیں، تو انداز بیاں اور ہوتا ہے اور معقولات کا سہارا لیتے ہیں، تو اور۔ فلسفے اور منطق میں نثر کا جو انداز ہے، سائنسی موضوعات میں اس سے ہٹ کر ہے۔ جہاں عقلیت کی کارفرمائی ہے۔ وہاں تحریر کا رنگ دوسرا ہے اور جہاں جذبات عشق رسول الفاظ کا جامہ پہنتے ہیں وہاں کوئی اور۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد بھی ابھی تک ان اسالیب کو متعین نہیں کیا جاسکا ہے اور یہ کام ایک مضمون میں ممکن بھی نہیں ہے۔ اس کیلئے تو ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے اور اس کام کو ایک منصوبے کے تحت ہی انجام دیا جاسکتا ہے۔ شاید کوئی امام احمد رضا کی نثر کو پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری کیلئے موضوع بنالے تو اس کام سے عہدہ برآ ہو سکے۔

مکتوب نگاری نثر کی ہی صنف ہے۔ کہا گیا ہے کہ مکاتیب سے شخصیت کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ خطوط کا اسلوب ادبی تحریروں سے جداگانہ ہوتا ہے۔ اندازہ ہے کہ امام احمد رضا نے زندگی میں ہزاروں خطوط لکھے ہوں گے۔ لیکن ہم تک ابھی ان کا ایک چھوٹا سا حصہ ہی پہنچا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کی خطوط نگاری کا علمی انداز میں جائزہ لیا جائے، کیونکہ یہ بھی ان کی نثر نگاری کا اہم حصہ ہیں۔

امام احمد رضا کے مکاتب کی تلاش ہوئی، تو سننے میں آیا کہ پاکستان میں ان کا کوئی بڑا مجموعہ شائع ہوا ہے۔ کوشش بسیار کے باوجود وہ بھارت میں دستیاب نہ ہوسکا۔ ان کے جو خطوط راقم السطور کے علم میں سب سے پہلے آئے، وہ حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی سید عرفان علی بیسل پوری مرحوم کے نام لکھے گئے تھے۔ جو "حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول" جو مرتبہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری بہاری کے آخر میں شامل ہیں۔ ان کی کل تعداد ۵۷ ہے

جن میں سے ۴۳ ملک العلماء کے نام اور ۱۲، سید صاحب کے نام ہیں۔ ایک خط مولانا لعل محمد خاں مدراسی کے نامور ایک خط خلیفہ تاج الدین احمد صاحب کے نام ہے۔

''اکرام امام احمد رضا'' مصنفہ مولانا مولوی محمد برہان الحق جبل پوری میں اردو کے ۲۰ مکاتیب شامل ہیں۔ ان کو ملا کر تعداد ۷۸ ہوگئی۔ خواہش ہوئی کہ ایک سو خطوط دستیاب ہو جائیں تو کچھ لکھوں۔ حسن اتفاق کہ ''مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی'' مرتبہ مولانا محمود احمد قادری دستیاب ہوگئی۔ اس میں شامل کل مکاتب کی تعداد ۱۰۹ ہے۔ دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی۔ لیکن جب مطالعہ کیا تو مایوسی ہوئی۔ اس مجموعے میں ۹ خط ''اکرام امام احمد رضا'' سے نقل کیے گئے ہیں۔ چراغ سے چراغ جلانا کوئی بری بات نہیں۔ لیکن ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول سے ۶۵ خطوط اس میں شامل کر لئے گئے ہیں۔ انہیں نکال کر تعداد ۳۵ رہ گئی۔ ان ۳۵ میں بھی ۵ خطوط جو شیخ محمد مکی کے نام لکھے گئے ہیں عربی میں ہیں۔ اگرچہ ان کا ترجمہ بھی شامل مجموعہ ہے۔ لیکن معلوم نہیں ترجمہ کس نے کیا ہے۔ اس لئے اردو مکتوب نگاری پر لکھتے ہوئے ان کو نظر انداز کرنا ہی مناسب سمجھا۔ ایک خط مولانا عبدالسلام صاحب کے نام بھی عربی میں ہے۔ ان کو نکال کر اردو مکاتب کی تعداد کل ۲۹ رہ گئی۔ گویا جس کتاب میں ۱۰۹ خطوط شامل ہیں اس سے صرف ۲۹ خطوط کا فائدہ متصور ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل بے تکی اور اٹ پٹی معلوم ہوگئی۔ کوئی اس کو کاتب کی غلطی بھی قرار دے سکتا ہے۔ جس کسی نے مندرجہ بالا پیراگراف کو غور سے پڑھا ہے وہ یہ سوال کر سکتا ہے۔ کہ مولانا محمود احمد صاحب نے ''حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول'' سے ۶۵ خطوط کیسے نقل کر لئے۔ جب کہ اس کتاب میں کل ۵۷ خطوط ہیں؟ سوال درست ہے اور جواب بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

مجموعہ ''مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی'' کی صورت حال یہ ہے کہ اس میں صفحہ ۵۳ تا صفحہ ۷۷ ''حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول'' سے ۲۶ خطوط نقل کیے گئے ہیں۔ مولانا صاحب نے بڑا کام یہ کیا ہے کہ جن خطوط پر حضرت ملک العلماء نے تاریخ کا اندراج نہیں کیا تھا انہوں نے ان کی ترقیم کی تاریخیں بھی لکھ دی ہیں۔ پھر صفحہ ۱۰۳ پر ایک خط بنام حاجی محمد لعل خان مدراسی اور صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵ پر خط بنام خلیفہ تاج الدین احمد کو بھی ''حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول'' سے نقل کر دیا ہے۔ اس طرح یہ تعداد ۲۸ ہوگئی۔ اس کے بعد صفحہ ۱۵۷ پر ''اضافات: حضرت مولانا ظفر الدین قادری بہاری رحمۃ اللہ علیہ و مولانا عرفان علی قدس سرہ کے نام، مزید مکتوبات''۔

عنوان دے کر ''حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول'' سے ۲۷ خطوط کے عکس شامل کر دیئے ہیں۔ اس طرح کچھ خطوط کی تکرار ہوگئی ہے۔ مندرجہ بالا سرنامے میں لفظ ''مزید'' کو ذہن میں رکھئے اور خطوط کی تکرار کو دیکھئے، تو یہی

کہنے کو جی چاہتا ہے کہ مولانا نے خطوط کو غور سے پڑھا بھی نہیں ہے یا ذمے داری سے کام نہیں لیا۔ پھر یہ بھی ہے کہ مرتب مجموعہ مولانا محمود احمد صاحب قادری نے مقدمے میں (زیرعوان تقدیم) صفحہ ۲۱ پر یہ بھی لکھا ہے کہ خطوط کی نقل پروفیسر مختارالدین احمد صاحب کی عنایت سے حاصل ہوئی۔ جب کہ آخری ۲۷ خطوط ''حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول'' کے خطوط کے فوٹو ہیں۔ (صرف خطوط کے نمبر محو کردیئے گئے ہیں۔) آخری خط پر تو یہ تماشا بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ ''حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول'' کا ترقیمہ بھی چھپ گیا ہے۔ جب کہ کتاب کا نام ''مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی'' ہے۔ غالباً مرتب صاحب نے اس لطیفے پر غور ہی نہیں کیا۔ حتیٰ کہ دوسرے ایڈیشن میں بھی وہ یوں ہی چھپارہا۔ بہرحال مجموعے کے مکاتیب کو ملاکر مکاتیب کی تعداد ۱۱۷ ہوگئی ہے۔

مضمون لکھنے کے لئے یہی خطوط کافی تھے۔ لیکن بعد میں ''مکتوبات امام احمد رضا بریلوی'' مرتبہ مولانا پیر محمود احمد قادری (غالباً مرتب سابقہ مجموعہ) مع ''تنقیدات وتعاقبات'' مرتبہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب بھی دستیاب ہوگئی۔ جس میں فاضل بریلوی کے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام لکھے ہوئے ۲۲ خطوط شامل ہیں۔ ان میں زیادہ تر طویل ہیں۔ ان کے علاوہ دو خط اور بھی ہیں۔ ان کو ملاکر یہ تعداد ۱۴۱ ہوگئی (خطوط شماری میں کہیں غلطی ہو، تو اس کیلئے معذرت خواہ ہوں اور پیشہ وربنیوں کی طرح ''بھول چوک لینی دینی'' بھی لکھے دیتا ہوں)

ان سب خطوط پر خامہ فرسائی بھی اس ایک مضمون میں ممکن نہیں ہے۔ البتہ سبھی خطوط پر طائرانہ نظر ڈال لی ہے۔ بحث میں سارے خطوط شامل نہیں ہوسکتے ہیں۔

یہ سبھی خطوط علماء کے نام ہیں۔ اس لئے القاب تو عالمانہ ہیں ہی انداز بیان بھی زیادہ تر عالمانہ ہی ہے۔ امام احمد رضا کو غیر عالم (غیر عربی و فارسی داں) بلکہ کم پڑھے لکھے لکھتے ہوں گے اور ان کے جواب بھی دیئے جاتے ہیں لیکن وہ دستیاب نہیں ہیں۔ علماء کو تو خطوط لکھتے ہوئے ان کے علمی میعار کے پیش نظر مشکل زبان ہی استعمال کی جاتی ہوگی۔ لیکن عوام کو لکھے گئے خطوط یقیناً سادہ لو اور عام زبان میں ہوتے ہوں گے۔ اس کا ثبوت بھی بعض خطوط سے ملتا ہے۔ اگر عوام کے نام لکھے ہوئے خطوط بھی دستیاب ہوجاتے تو نتائج دلچسپ ہوسکتے تھے اور امام صاحب کے مکاتیب میں متنوع اسالیب کا سراغ مل سکتا تھا۔

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے۔ دستیاب ۱۱۷ خطوط میں بھی عام فہم اور سادہ زبان میں لکھے گئے خطوط موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ان میں طویل خط بھی ہیں مختصر بھی۔ طویل خطوط میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام ۱۲ / ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کا مرقومہ خط ۳۴ صفحات پر اور انہیں کے نام ۲۶ / ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کا لکھا ہوا خط ۲۱ صفحات پر محیط ہے۔ مولانا عبدالباری کو لکھے گئے خطوط

میں زیادہ تر علمی بحثیں تھیں۔اس لئے طویل ہو گئے۔لیکن ان کے نام مختصر خطوط بھی دستیاب ہیں۔جیسے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی رسول الکریم

جناب مولانا!

تسلیم، میرے ایک نیاز نامے کو دس دن ہوئے دوسرے کو بیس جناب تحریر فرما چکے کہ میرا سوال صاف ہے۔ پھر جواب سے اعراض کی وجہ سمجھ میں آئی، نہ لکھنو جیسے شہر میں آپ جیسے شخص کو خط نہ پہنچنا متوقع، پھر بھی احتیاطاً دونوں کی نقل حاضر۔بواپسی ڈاک جواب عنایت ہو۔فقط

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ بقلم محرر ۱۹ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ

اس خط کا مضمون پوسٹ کارڈ کے ایک رخ پر آسکتا ہے۔ایک اور خط کا مضمون اس سے تقریبا دگنا ہے۔ وہ پوسٹ کارڈ کے دونوں طرف آسکتا ہے۔کچھ مختصر خطوط آگے بھی نقل ہوں گے۔

کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو عربی، فارسی زبانوں اوران کی انشاء پر خاص قدرت ہوتی ہے۔ وہ سادہ اور سہل اردو میں لکھ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے سامنے اس کی ایک مثال جناب ابوالکلام آزاد کی ہے۔لیکن امام احمد رضا نے اس مفروضے کو غلط ثابت کردیا۔ وہ سادہ اور سہل زبان لکھنے پر بھی قادر تھے۔ چند مثالیں درج ہیں۔

۱ ''قریب تین مہینے ہوئے کہ مکان سے جدا ہوں۔ ہفتوں میں ڈاک جمع ہو کر مجھے ملتی ہے۔آپ کے تین خط ایک ساتھ پائے۔ رسالہ ''نور الفرقان بین جندالالہ وحزب الشیطان'' صاف شدہ تھا۔ مصطفیٰ رضا نے دو دن تلاش کیا، نہ ملا۔ ناچار اس کا اور ''اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفی والال والاصحاب'' کا مسودہ بھیجتا ہوں۔ بعد فراغ باحتیاط ملے۔ ۲''

۲۔ ''وہابیہ خذلہم اللہ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا۔ بھاگل پور، فیروز آباد، راندیر۔ بھاگل پور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہو گیا۔ یہ خط اصل ہے۔ بعد ملاحظہ واپس ہو۔ فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ لئے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی۔ راندیر میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ گیا۔ وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے فاتحان بھاگل پور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ تیار رہیں۔ مگر انہوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید بھی انہیں اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو۔لہذا آپ راندیر جانے کے لئے تیار رہیں۔ میرے تار کا انتظار کریں۔ ۳''

۳ ''مولا تعالیٰ آپ کے ایمان، آبرو، جان، مال کی حفاظت فرمائے۔ بعد نماز عشاء آپ ایک سو گیارہ بار ''طفیل حضرت دستگیر، دشمن ہوئے زیر'' پڑھ لیا کیجئے۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف۔ اور آپ کے والد ماجد صاحب کو مولیٰ تعالیٰ سلامت با کرامت رکھے۔ ان سے فقیر کا سلام کہیے۔ یہی عمل وہ بھی پڑھیں۔ نیز آ

پ دونوں صاحب ہر نماز کے بعد ایک بار آیت الکرسی اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح وشام سوتے وقت، بعونہ تعالیٰ ہر بلا سے حفاظت رہے گی۔'' [۴]

زیر نظر مکاتب میں ایسے نثری ٹکڑے اور بھی ہیں۔ طوالت کے خوف سے مزید مثالیں نہیں دے رہا ہوں۔ یہ مکاتب سلیس سادہ نثر کے نمونے ہیں۔

امام احمد رضا کے زیر نظر مکاتب میں سلیس رنگین نثر برائے نام ہے۔ اس لئے مثالیں بھی نہیں نقل کر رہا ہوں۔ البتہ دقیق سادہ نثر کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) '' فقیر کو بھی پانچ روز سے تپ آئی ہے۔ تین روز غفلت رہی۔ کل مسہل تھا۔ اب بہ برکت دعائے سامی بحمد اللہ تعالیٰ بہت تخفیف ہے۔ البتہ دماغ وصدر پر نوازل کی کثرت ہے۔ حرارت کا بھی بقیہ ہے اور ضعف زائد۔'' [۵]

(۲) '' یہ فقیر حقیر باصف کثرت معاصی ہر آن غیر محدود و نامتناہی نعم رب اکبر عز جلالہ وسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ ڈھائی سال سے اگرچہ امراض درد کمر ومثانہ وسر وغیرہا امراض کا لازم ہوگئے ہیں۔ قیام وقعود، رکوع وسجود بذریعہ عصا ہے۔ مگر الحمد للہ کہ دین حق پر استقامت عطا فرمائی ہے۔ کثرت اعداء روز افزاں ہے اور حفظ الٰہی تفصیل لامتناہی شامل حال۔'' [۶]

(۳) '' مولانا! مکرما! بحمد اللہ تعالیٰ یہی جان کر تو گزارشی تھی کہ ملازمان سامی نہ صرف مومن بلکہ عالم صافی صوفی صفی ہیں۔ اس بنا پر امید کی تھی اور ہنوز یاس نہیں کہ مذہب اہلسنت کے ضرر پسند نہ فرمائیں گے۔ آپ نے سوالات بالاستیعاب ملاحظہ فرمائے، تو غور نہ فرمایا۔ یا غور فرمایا، تو انہیں تحریرات کتب ومضامین ندوہ سے نہ ملایا۔ ورنہ آپ جیسے فضلاء پر مخفی رہنے کی بات نہ تھی۔'' [۷]

زیر نظر مجموعوں میں دقیق رنگین نثر بھی کم ہے۔ لیکن معدوم نہیں ہے۔ ایک اقتباس نقل ہے۔

'' میرے عوام بھائی، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں اذباب فی ثیاب کی جبوں عماموں، مولویت، مشیخیت کے مقدس ناموں، قال اللہ وقال الرسول کے روغنی کلاموں سے دھوکے میں آکر شکار گرگان خونخوار ہوکر معاذ اللہ سقر میں نہ گریں۔'' [۸]

امام احمد رضا کے مکاتب میں روانی اس قدر ہے کہ پڑھتے وقت نہ کہیں نظر رکتی ہے نہ شعور کو دھچکا لگتا ہے بالکل وہی انداز ہے جو فتاویٰ اور عقائد کی کتب میں ہے۔ روانی کے لحاظ سے امام صاحب کی عالمانہ تحریروں (بلکہ کتابی تحریریں کہنا چاہیے، کیونکہ علم وعرفان کے دریا تو ان کے مکاتب میں بھی بہائے گئے ہیں) اور ان مکاتب میں کوئی فرق نہیں۔ ہر جملہ اپنے اگلے پچھلے جملوں سے اسطرح جڑا ہوا ہے کہ بسا اوقات جملہ ختم ہونے اور شروع ہونے کا احساس تک نہیں ہوتا۔ راقم السطور کی نظر میں کسی بھی نثر کی یہ بڑی خوبی ہے۔ ورنہ حروف عطف کے

استعمال میں اچھوں اچھوں کو ٹھوکریں کھاتے دیکھا ہے۔

مکاتب کی نثری خاصیت کے ذیل میں اب تک جو اقتباسات نقل ہوئے ہیں وہ سب عالمانہ ہونے کیساتھ ساتھ سنجیدہ بھی ہیں۔ لیکن حضرت امام احمد رضا بڑا اچھا مزاح بھی فرمالیتے تھے۔ فقہی اور تردیدی تحریروں میں تو اسکے نمونے ملتے ہی ہیں۔ بعض خطوط میں بھی انہوں نے لطیف مزاح فرمایا ہے۔ تین نمونے حاضر کررہا ہوں۔

(۱) مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے بھتیجے مولوی عبداللہ فرنگی محلی نے کسی خط میں (جو ''ہمدم'' میں چھپا تھا) لکھا تھا۔ ''یاد رکھو اگر کسی میں ۹۹ آثار کفر ہیں اور ایک اثر ایمان ہے۔ تو احناف کے نزدیک وہ شخص ضرور مسلمان کہا جائے گا۔'' اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''کیا حنفیہ کرام کا معاذاللہ یہی مذہب ہے کہ ہمیشہ دن میں ۹۹ بار مہادیو کے آگے گھنٹی بجایا کرے اور کسی وقت دو رکعت نماز بھی پڑھ لیا کرے۔ اسے ضرور مسلمان کہا جائے گا۔''

(۲) ''لوگ جناب کو باری میاں سے تعبیر جناب کے پیچھے کرتے ہیں۔ جناب کے منھ پر کرتے ہیں جناب انکار نہیں فرماتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ باری میاں کہہ کر پکارتے ہیں اور آپ بولتے ہیں۔ عبدالباری سے باری ہوگئے۔ وہ جہال اگر اپنے جہل کے سبب معذور ہوں، جناب تو اپنے منھ بہت بڑے مجدد مدراس ہیں۔ آپ کے لئے سوا اپنی الوہیت تسلیم کرنے کے اور کیا محمل ہے۔ باری یقینا اسمائے حسنیٰ سے بمعنی خالق کل ہے۔ بھلے سے اسم شریف عبداللہ نہ ہوا ورنہ اللہ میاں کہلواتے اور اس پر بولتے''۔۱۰

(۳) ''سولہویں گلی سنجر گانہ نقالی۔ بعض کمسن بچوں میں طرف مقابل کو عاجز کرنے کا ایک طریقہ معمول ہے۔ جسے وہ بندانوں کی کہانی کہتے ہیں کہ فریق جو کچھ کہے وہی لوٹ کر کہہ دیا جائے مثلاً الف کی دونوں آنکھیں ہیں۔'' ع ''میری تو دونوں آنکھیں ہیں'' الف'' تو جھوٹا ہے'' ع '' تو جھوٹا ہے۔'' الف ''جس سے چاہے، پوچھ دیکھ میں انکھیارا ہوں اور تو کانا'' ۔ ع ''جس سے چاہے پوچھ دیکھ میں انکھیارا ہوں اور تو کانا۔'' الف سب دیکھ رہے ہیں کہ تو کانا ہے۔'' ع ''سب دیکھ رہے ہیں کہ تو کانا ہے۔'' الف ''مسخرہ جو میں کہتا ہوں وہی الٹ دیتا ہے'' ۔ ع ''مسخرہ جو میں کہتا ہوں وہی الٹ دیتا ہے۔'' آخر الف کو ہی کہ سراسر حق پر ہے چپ رہنا پڑتا ہے اور اس کانے کے چھپنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ اسنے وہ سلسلہ نکالا ہے جسے انتہا نہیں۔ جناب یہی طریقہ میرے ساتھ برتنا چاہتے ہیں۔''۱۱

ان خطوط میں روانی کے علاوہ دوسری خوبی قوت استدلال کا موجودہ ہونا ہے۔ چونکہ خطوط طویل ہیں اور ان میں کثرت کیساتھ علمی مباحث ہی اسلئے ہرجگہ بیشتر عقلی اور کمتر نقلی دلائل کا زور ہے۔ اگر نقلی دلائل کی فراوانی ہوتی، تو یہ خطوط، خطوط نہ ہوکر مضامین کے قریب ہوجاتے۔ اب یہ اسلئے بھی مضامین نہیں ہیں کہ ان میں ہرجگہ مکتوب الیہم

موجود ہیں۔ ''غبار خاطر'' کی طرح ایسا نہیں ہے۔ کہ ''صدیق مکرم'' کے بعد (ایک دو جگہ کو چھوڑ کر) جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں مکتوب الیہ کا کوئی حصہ ہی نہ ہو۔

استدلالی انداز کی فراوانی کے باوجود مثالیں اس لئے نہیں نقل کر رہا ہوں کہ مضمون کے طویل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مثالیں دی بھی جائیں، تو سیاق و سباق کے بغیر بات نہیں بنے گی اور سیاق و سباق کے اندراجات کے بعد طویل استدلالوں کا نقل کرنا مضمون کے حکم کو بڑھانا ہی ہوگا۔ ایک دو مثال بھی کافی طوالت کا باعث ہو جائے گی۔ یوں بھی مضمون میں اقتباسات بہت نقل ہو چکے ہیں۔

نثر کی اہم خصوصیت تاثیر بھی ہے۔ جو مکتوب لکھے گئے ان کا مکتوب الیہم پر کیا اثر ہوا۔ یہ تو تحقیق کا موضوع ہے۔ جو باتیں معلوم ہین ان سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔ کہ اثر خوب ہوا۔ تاثری کی مثال کیلئے صرف ایک خط نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مولانا سید عرفان علی بیسل پوری مرحوم کے صاحب زادے کی وفات پر تعزیت کا خط لکھتے ہیں۔

''اللہ کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں عمر مقرر ہے۔ اس سے کمی بیشینا مقصور ہے۔ بے صبری سے گئی چیز واپس نہیں آسکتی۔ ہاں! اللہ کا ثواب جاتا ہے۔ جو ہر چیز سے اعز و اعلیٰ ہے اور محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہا۔ صحیح حدیث میں ہے۔ جب فرشتے مسلمان کے بچے کی روح قبض کر کے حاضر بارگاہ ہوتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل فرماتا ہے، وہ خوب جانتا ہے۔ کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ عرض کرتے ہیں ہاں، اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے، تم نے دل کا پھل توڑ لیا؟ عرض کرتے ہاں، اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے۔ پھر اسنے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں تیری حمد بجالایا اور الحمد للہ کہا۔ فرماتا ہے۔ گواہ رہو، میں نے اسے بخش دیا اور جنت میں اس کے لئے مکان تیار کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے تین بچے نابالغی میں مر جائیں، آتش دوزخ سے اس کیلئے حجاب ہو جائیں گے۔ کسی نے عرض کیا اگر دو مرے ہوں۔ فرمایا دو بھی۔ ام المومنین صدیقہ نے عرض کی، اگر کسی کا ایک ہی مرا ہو۔ فرمایا ایک بھی۔ اسے نیک سوالوں کی توفیق دی گئی۔ اس حکم میں ماں باپ دونوں شامل ہیں۔

طوالت کے خوف سے خط پورا نقل نہیں کیا ہے۔ آگے بھی صبر کی تلقین ہے۔ ایسے تعزیت نامے کو پڑھ کر کس کا دکھی دل قرار نہ پائے گا۔ دیگر تعزیت ناموں میں بھی ان باتوں کا ذکر ہے۔ یہاں غور طلب یہ ہے کہ ان سے بڑھ کر تسلی اور تسکین کیلئے اور کون سے کلمات ہو سکتے ہیں۔ شاید ہی کسی نے اس سے زیادہ پرتاثیر تعزیت نامہ لکھا ہو اور اگر لکھا بھی ہوگا، تو یہی باتیں ہوں گی۔ ان کلمات کے علاوہ دیگر کلمات کسی مسلمان کے زخمی دل پر ایسا کار مرہم نہیں کر سکتے جیسا یہ کلمات کرتے ہیں۔

مکاتب کاروباری نثر میں لکھے جاتے ہیں۔ لیکن امام احمد رضا کے مکاتب کا بڑا حصہ خالص علمی یا استدلالی نثر میں لکھا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ امام صاحب کے زیادہ سے زیادہ خطوط کو جمع کر کے شائع کرلیا جائے۔ ان میں نہ جانے کتنے علوم ومعارف کے خزانے پوشیدہ ہوں گے۔

مراجع وحواشی

۱) مکتوبات امام احمد رضا بریلوی مع تنقیدات وتعاقبات۔ ص ۲۰۸

۲) مکتوبات بنام حضرت ملک العلماء مرقومہ ۱۴، صفر المظفر ۳۵ھ مشمولہ حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص ۲۷۳، مکتوب نمبر ۲۰۔

۳) مکتوب بنام حضرت ملک العلماء مرقومہ ۸۔ رجب ۳۶ھ مشمولہ حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول ص ۲۷۴، مکتوب نمبر ۲۱۔

۴) مکتوب بنام سید عرفان علی بیسل پوری مرقومہ ۲۵ ذی الحجہ ۲۹ھ مشمولہ حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۳۱۲، مکتوب نمبر ۴

۵) مکتوب بنام مولانا شاہ محمد عبدالسلام جبل پوری، مرقومہ ۴ جمادی الاولیٰ ۳۵ھ، مشمولہ اکرام امام احمد رضا، مصنفہ مفتی محمد برہان الحق جبل پور، بطع دوم، ناشر مجلس العلماء مظفر پور، ص ۶۳۔

۶) ایضا۔ ص ۱۲۸۔

۷) مکتوب بنام مولانا محمد علی مونگیری، مرقومہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ مشمولہ مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی۔ مرتبہ مولانا محمود احمد قادری، ناشر مکتبہ نبویہ لاہور۔ طبع دوم، اگست ۱۹۹۰ء ص ۹۰۔

۸) مکتوب بنام اشرفعلی تھانوی۔ مرقومہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ، مشمولہ مکتوبات اماما حمد رضا محدث بریلوی۔ ص ۱۱۵۔

۹) مکتوب بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرقومہ ۱۲، ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ مشمولہ مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی ص ۲۲۰۔۲۲۱۔

۱۰) مکتوب بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرقومہ دو ذوالحجہ ۱۳۳۹ھ۔ مشمولہ ایضا۔ ص ۲۸۲۔۲۸۳۔

۱۱) مکتوب بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرقومہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مشمولہ ایضا ص ۱۳۹۴ھ

۱۲) مکتوب مرقومہ ۲۰ ذیقعدہ۔ ۳۶ھ۔ مشمولہ حیات اعلیحضرت، حصہ اول ص ۳۰۸۔۳۰۹۔

خوشخبری

وقار شریعت

مؤلفہ

حضرت علامہ ابوالظفر غلام یٰسین قادری امجدی

...علمی پبلشرز لاہور...

ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی

مکتوبات رضا کے آئینے میں

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ایم، اے، پی، ایچ، ڈی بریلی شریف

خطوط انسانی کی سیرت وشخصیت کے بارے میں معلومات کا وسیلہ ہوتے ہیں اوران سے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے تعلقات کا پتہ ملنے کے ساتھ ساتھ مکتوب الیہ کی سیرت وشخصیت بھی کافی حدتک اجاگر ہوتی ہے۔

دنیا کی عظیم شخصیتوں کے خطوط سے ان کی حیات وشخصیات کے بہت پوشیدہ گوشے سامنے آئے ہیں اوران کے متعلقین ومخالفین (جن کوانہوں نے خطوط لکھے ہیں) کے مزاج وکردار اور شخصیت کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔

امام احمد رضا کا شمار بھی دنیا کی عظیم شخصیات میں ہوتا ہے، انہوں نے بھی اپنے احباب واصحاب اور مخالفین ومعاندین کو خطوط لکھے ہیں، کاش! آج امام محترم قدس سرہ العزیز کے مکاتیب یکجا ہوتے توان کی شخصیت کی اور بھی نئی جہتیں سامنے آتیں اور علم وتحقیق کے نئے باب واہوتے۔

یہ ہم مسلمانان اہل سنت بالخصوص رضویوں پر ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفر الدین قادری علیہ الرحمہ والرضوان کا احسان ہے کہ اپنی تالیف ''حیات اعلیٰ حضرت'' (حصہ اول) کے توسط سے ۱۴ ویں صدی کے عظیم ترمجدد اور متبحر عالم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حیات وشخصیت اوران کے کارناموں سے روشناس کرایا بلکہ ''مکاتیب رضا'' کے جلوے دکھا کر ان کے مکتوب نگاری کے انداز ان کے نثر کے شخصی اسلوب اور کئی اہم شخصیات کے بارے میں بھی معلومات بہم پہنچائیں۔

ملک العلماء...... سیدنا مولانا محمد ظفر الدین قادری کو امام احمد رضا سے تلمذ بیعت اور خلافت واجازت کا شرف حاصل تھا، وہ برسوخدمت رضا میں رہے اور علم وفضیلت ومعرفت کے اس مہر درخشاں سے کسب ضیاء کر کے اسمان علم وفضل کا ماہ تاباں بن گئے کہ آج بھی جن کی چاندنی سے علم وفن کے شہرستانوں سے لے کر فکر ونظر کے شبستانوں میں اجالا پھیلا ہوا ہے۔

حضرت ملک العلماء...... امام احمد رضا کے صف اول کے ان ۱۴ خلفائے کرام میں ہیں جن کا ذکر انہوں نے ''الاستمداد علی ارجیال الارتداد'' میں کیا ہے اور جنہیں بجا طور پر دربار امام احمد رضا کا چودہ رتن کہا جاسکتا ہے۔

''الاستمداد علی ارجیال الاتداد'' کے صحیفہ ۱۹ پر امام احمد رضا نے ملک العلماء کا ذکر اس طرح فرمایا ہے۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

امام احمد رضا نے اپنے خلف اکبر و جانشین حجۃ الاسلام حضرت مولا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگ خلیفہ حضرت عبد السلام جبل پوری والد حضرت برہان الملت رحمۃ اللہ علیہم کے بعد تیسرے نمبر پر سیدنا ملک العلماء کا ذکر کیا ہے اور میرے ظفر کہہ کر یاد فرمایا ہے، اس سے ان کے لئے امام کی اپنائیت و محبت اور قدر و منزلت کا جو اظہار ہوتا ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں!

ملک العلما مولانا مفتی محمد ظفر الدین قادری کی ...... ولادت ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء، وصال ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء...... کو ہوا رسول پور میجرا ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) صوبہ بہار کے ایک معزز اور علمی و دینی خانوادے کے چشم و چراغ تھے، آپ کا نسب نامہ ۲۹ ویں پشت میں غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے (۲)

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبد الرزاق قدس سرہ العزیز ایک باعمل عالم دین تھے، آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ''ملک العلماء'' اور ''فاضل بہار'' کے خطابات عطا فرمائے تھے۔

ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفر الدین صاحب نے ''حیات اعلیٰ حضرت کے حصہ اول'' میں امام احمد رضا کے ۵۷ خطوط درج فرمائے ہیں، ان میں ۱۲ خطوط مولانا عرفان علی بیسل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہیں، ایک خط خلیفہ تاج الدین صاحب اور ایک منشی محمد لعل خاں (رحمۃ اللہ علیہم) کے نام اور ۲۳ خطوط خود ملک العلماء کے نام ہیں، خلیفہ تاج الدین اور منشی محمد لعل خاں صاحبان کے خطوط میں بھی ملک العلماء کا ذکر ہے اور انہیں سے ان خطوط کا تعلق ہے۔

امام احمد رضا نے ملک العلماء کو جو خطوط لکھے ہیں، ان میں انہیں جن القابات سے یاد کیا ہے، ان کے بچوں کی خیریت دریافت کی ہے، ان کے لئے دعائیں کی ہیں اور ملک العلماء سے جس طرح گھریلو قسم کی گفتگو کی ہے۔ ان سے کتب و رسائل اور کتابوں کی عبارات وغیرہ طلب کئے ہیں، فتاویٰ اور تصانیف کی تعریف کی ہے، فقہی مسائل، فلسفہ و منطق، توقیت، تکسیر، ریاضی نجوم، ہیئت وغیرہ علوم و فنون سے متعلق کھل کر گفتگو کی ہے، انہیں ہدایت دی ہیں، مکاتیب کے ذریعہ درس بھی دیا ہے، انہیں مناظرے کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا ہے، سنیت کے فتح پر مبارک باد دی ہے اور بہت سے دینی، تبلیغی اور اشاعتی امور پر مشورے طلب کئے ہیں اور ہدایات دی ہیں...... ان سے ملک العلماء اور رضا کے خصوصی تعلقات کا پتہ بھی چلتا ہے اور ملک العلماء کی سیرت و شخصیت بھی اجاگر ہوتی ہے۔

مکتوبات احمد رضا سے ملک العلماء کے سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

(۱) ملک العلماء سے محبت اور دل میں ان کی قدر و منزلت (۲) دینی اور علمی معاملات میں ملک العلماء پر اعتماد۔

''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول صفحہ ۲۶۵ میں آپ کی محبت اور قدر و منزلت میں امام احمد رضا نے ملک العلماء کو مندرجہ ذیل القابات سے یاد کیا ہے۔

''حبیبی وولدی وقرۃ عینی ومولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب ...... ولدی وذینی وقرۃ عینی، برادر دینی، ولدی الاعز ولدی اعزک اللہ، میرے بجان عزیز، جان پدر بلکہ از جان بہتر ولدی لاعز مولانا ظفر......وغیرہ۔

ان القابات سے اپنائیت، چاہت اور محبت کے ساتھ عزت اور قدر و منزلت کا بھی اظہار ہوتا ہے، امام احمد رضا نے ملک العلماء کی صاحبزادیوں اور ان کے فرزند دلبند صاحبزادہ ذی وقار پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب کو دعائیں دی ہیں، ہر ایک کی خیریت دریافت کی ہے، ان کے لئے تعویذات بھیجے ہیں اور ٹھیک اسی طرح ملک العلماء صاحب کو ان سب کے متعلق ہدایات دی ہیں، جس طرح ایک شخص اپنے بیٹے کو اپنے پوتے اور پوتیوں کے بارے میں دھیان رکھنے کی ہدایات دیتا ہے۔

چند مکاتیب کے اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔

(الف) ''ذی الحجہ میں آپ نے عزیزیہ زرینہ اور اس کی بہن کا صحیح وقتولادت مع طول وعرض موضع ولادت کھینچنے کو لکھا تھا، اب تک نہ آیا، مولیٰ عز وجل آپ کو جزاء وافر عظیم عطا فرمائے، آپ کی رضائی بہت محل رضا میں کام آئی، اس جاڑے میں جو رضائی یہاں یعنی بھاری اور بہت روئی کی تھی، ایک ولایتی صابر قانع کو سخت ضرورت تھی، وہ ان کے نذر ہوئی اور آپ کے مرسلہ رضائی میں نے اوڑھی، جزاءکم خیر جزاء کثیرا''۔

(مکتوب ۱۲، صفحہ ۲۶۰، حیات اعلیٰ حضرت)

(ب) ''وہ پرچہ باحتیاط رکھدیا تھا، اب تلاش کیا نہ ملا، بچیوں کو دعا''۔ (صفحہ ۲۸۱)

(ج) ''آپ کا خط مژدہ ولادت صاحبزادہ وطلب نام تاریخی میں آیا، میں نے اسی دن تہنیت کا تار دیا اور اس میں بتاریخی نام مختار الدین (۱۳۳۶) لکھا۔ اس کی کوئی رسید نہ آئی، میں نے سمجھا کہ غیر ضروری جان کر آپ نے نہ لکھا، اب کہ خط آیا اس میں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں تو ظن ہوتا ہے کہ تار پہنچا ہی نہیں جسے بھیجے ہوئے آج ۱۶ دن ہوئے، اگر ایسا ہے، تو اطلاع دیجئے کہ تار گھر سے مطالبہ ہو''۔ (۱)

(د) ''نعمت تازہ کی خیریت سے اطلاع دیجئے اور یہ کہ تہنیت کا تار مع تاریخی نام مختار الدین (۱۳۳۶) کہ آپ کے نام سے ملتا ہوا بھی ہے۔ جو میں نے ۲۸ ذی القعدہ ۳۶ھ روز جمعہ کو بھیجا، کیا آپ کو ملا؟''

مکتوبات امام احمد رضا کے ظاہر ہے کہ

صاحبزادہ ملک العلماء عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر مختارالدین صاحب کا یہ نام تاریخی سیدنا امام احمد رضا ہی کا رکھا ہوا ہے۔'

ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے اس کا ذکر بحوالہ سید ایوب علی قدس سرہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' ص:۱۴۶ پر بھی فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

''انہیں کا بیان ہے، پنجشنبہ کا دن ہے اور صبح کا وقت، حضور حجام سے خط بنوا رہے ہیں، قریب ہی تپائی پر بیٹھا ہوں کہ ڈاک میں ایک کارڈ مکرمی جناب مولانا مولوی ظفرالدین صاحب قادری رضوی فاضل بہاری صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہرام مدظلہ العالی کا آیا۔ حسب ارشاد فقیر نے پڑھ کر سنایا، اس میں ممدوح نے فرزند ارجمند کی ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست کی تھی، حضور نے سنتے ہی فی البدیہ فرمایا، نام تو مختارالدین (۱۳۳۶) ہونا چاہیے اور دیکھئے، تو سید صاحب شاید تاریخ ہوگئی۔ میں نے جوشمار کیا تو پورے ۱۳۳۶ھ ہوئے اور یہی سن ولادت تھا''۔

یوں تو ہر سچا پیر اپنے مرید اور اپنے خلیفہ سے اپنی اولاد کی طرح محبت کرتا ہے اور ہر ایک پر یکساں اپنی شفقتیں لٹاتا ہے۔ لیکن ہر ایک سے اس کی نیاز کیشی' حد ادب' سعادت مندی اور علم و فضل وغیرہ کے اعتبار سے محبت بھی کرتا ہے اور عزت بھی اور اس پر فخر و ناز بھی کرتا ہے ...... ملک العلماء کے معاملے میں امام احمد رضا کا یہی انداز تھا، یہ ملک العلماء کی عظمت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اور اس سے ان کی سحر خیز شخصیت کا جلوہ نظر آتا ہے۔

(۲) ملک العلماء پر اعتماد:

دینی، ملی، علمی، تبلیغی اور اشاعتی امور میں سیدنا امام احمد رضا حضرت ملک العلماء پر حد درجہ اعتماد کرتے تھے اور ظاہر ہے یہ ملک العلماء کے دینی درد، کام کرنے کی لگن، جذبے کے خلوص اور علم و فضل ہی کے سبب تھا۔ امام احمد رضا ملک العلماء کے علم و فضل کے بڑے معترف تھے۔

چند مکاتیب کے اقتباسات ملاحظہ کیجئے اور ملک العلماء کی علمی شخصیت اور ان کی عظمت کا اندازہ لگائیے۔

(الف) ''وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے، مدت سے انکی امید تھی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے، اپنے موافق اپنا تصدیقی خط ''دبدبۂ سکندری'' میں چھپ چکا ہے، مگر اس قدر کافی نہیں، رسائل و مسائل بھیجتا ہوں، ایک مختصر فتویٰ اگرچہ دو ہی سطر کا ہو، اپنی مہر سے اور جتنے لوگوں کی مہریں وہاں مل سکیں، فوراً فوراً ارسال کیجئے''۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ملک العلماء کی فتویٰ نویسی کے قائل تھے اور ان کے فتاویٰ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ امام احمد رضا جیسے عظیم فقیہ و مفتی اور اپنے زمانہ کے امام اعظم ابوحنیفہ کا کسی کے فتویٰ کی تعریف کرنا،

Scanned with CamScanner

اس سے فتویٰ لکھنے کو کہنا بلاشبہ اس مفتی کی فقہی عظمت کا ثبوت ہے اور یہ شرف ملک العلماء کو حاصل ہے۔

اپنے سب سے پہلے فتویٰ کے متعلق ملک العلماء صاحب خود لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اسے دیکھ کر کتنے مسرور ہوئے اور انہیں انعام عطا فرمایا:

''سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کیا، حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا، آج آپ نے جو فتویٰ لکھا، یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے، اس لئے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لئے دیتا ہوں''۔

اس واقعہ سے میں اپنے تلمیذ، مرید اور خلیفہ سے امام احمد رضا کی محبت اور پدرانہ شفقت کے ساتھ ساتھ فخر و ناز کا بھی کیسا اظہار ہوتا ہے؟

(ب) ''مبسوط سرخسی'' کتب خانہ میں ہو تو اس عبارت کی نقل بھیجئے ......عبارت ...... یہ عبارت یوں ہے یا کیا اس میں کیا فرق ہے، اس کا سابق و لاحق کیا ہے؟ ''مبسوط'' چھپ گئی ہے مگر یہاں ابھی نہیں آئی، اب کہ بار نقشہ ماہ مبارک کا کیا انجام ہوگا؟

یہ خط ابھی ڈاک کو نہ بھیجا کہ آپ کا نقشہ سحر وافطار آیا۔ فجز اکم خیرا کثیراً۔

(ج) ''یہ نقش جلیل ہیں، ان کے مختلف شرائط تھے اور بقدرت الٰہی اس جمعہ کو سب جمع ہو گئے اور ان سے اور زیادہ تھے......ان میں دو نقشوں میں مکتوب کے نام کے اعداد بھی کئے جاتے ہیں، یہ وقت بہت قلیل تھا۔ صرف پندرہ نام اس کے لئے تجویز کئے، ان میں ایک آپ کا نام تھا، نقوش حاضر ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ مبارک فرمائے''۔

امام احمد رضا کا ملک العلماء سے سرخسی کی عبارت طلب کرنا، عبارت کے بارے میں استفسار کرنا، ماہ مبارک کے نقشہ کے سلسلہ میں انہیں پر اعتماد کرنا، انہیں نقوش کے سلسلے میں ۱۵ آدمیوں میں ایک قابل قدر اور قابل اعتماد، نیز اس کا اہل سمجھنا وغیرہ ملک العلماء کے علمی وقار کو خوب خوب اجاگر کرتے ہیں۔

مکتوبات نمبر ۱۰، ۱۱ (حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول، ص: ۲۵۳ تا ۲۶۱ و ص: ۲۶۲ تا ۲۶۴) میں امام احمد رضا کے قاعدے سے بھی آگاہ فرما رہے ہیں، مکتوب نمبر ۳۷، ص: ۲۹۸ تا ۳۹۰...... میں البرٹ ایف پورٹا سائنس دان و منجم کی جھوٹی پیش گوئی ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کہ ستاروں کے اجتماع سے دنیا میں تباہی و بربادی آئے گی اور زلزلے برپا ہوں گے، وغیرہ، کے رد میں لکھے جانے والے مضمون کی نقل بھیج رہے ہیں، جناب رضا کا یہی مضمون بعد میں رسالہ ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین'' کے نام سے شائع ہوا۔ البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کا انگریزی سے اردو ترجمہ ملک العلماء ہی نے کرا کے امام احمد رضا کو پیش کیا تھا۔

امام احمد رضا ملک العلماء کے نام خط لکھتے ہیں:

''مسودہ کی پہلی نقل آپ کو مرسل ہے۔ ''دبدبۂ سکندری'' وغیرہ جہاں بھیجئے۔مگر جلدی چاہیے کہ ۷ ادسمبر قریب ہے''۔

مسودہ کی پہلی نقل ملک العلماء کو بھیجنے میں یہ بات بھی رہی ہوگی کہ اگر وہ چاہیں، تو خود بھی مضمون کے سلسلے میں مشورے دیے گئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ مضمون کے مطالعہ سے اپنے علم میں اضافہ کریں، اس لئے کہ ملک العلماء خود بھی ریاضی، نجوم، اور ہیئت وغیرہ میں کافی مہارت رکھتے تھے اور رضا کو اس کا اعتراف بھی تھا۔

(د) مناظرہ کے سلسلے میں ملک العلماء پر امام احمد رضا بڑا بھروسہ رکھتے تھے اور ان کے فتح وظفر کی امید رکھتے تھے بلکہ ہر محاذ پر باطل سے نبرد آزمائی کے سلسلے میں امام کو اپنے اس روحانی اور لائق وفائق خلیفہ سے فتح یابی کی پوری پوری امید رہتی تھی تبھی تو فرمایا ہے۔

میرے ''ظفر'' کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں!

مناظرہ ہی کے تعلق سے ایک خط میں ملک العلماء کو لکھتے ہیں:

''وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا، بھاگلپور، فیروزآباد، راندر، بھاگلپور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا، یہ خط اصل ہے، بعد ملاحظہ واپس ہو، فیروزآباد میں ایک صاحب مورچہ لیے ہوئے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی، راندر میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ ہوگا، وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے، میں نے فاتحان بھاگلپور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ تیار رہیں مگر انہوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انہیں اپنے اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو، لہٰذا آپ راندیر جانے کے لئے تیار رہیں، میرے تار کا انتظار کریں''۔(۳)

امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ نے سیدنا مولانا محمد ظفر الدین علیہ الرحمہ کو جو ۴۳ خطوط لکھے ہیں، ان میں سے چند کے اقتباسات سے یہ بخوبی واضح ہے کہ...... امام احمد رضا ان سے از حد محبت کرتے تھے، ایک لائق اولاد اور سعادت مند مرید کی طرح چاہتے تھے اور ایک ذی علم اور متقی خلیفہ کی حیثیت سے ان پر ہر طرح اعتماد کرتے تھے اور انہیں اپنا سچا نائب ومظہر تسلیم کرتے تھے۔

امام احمد رضا کا وہ خط جو انہوں نے حضرت خلیفہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ، مدیر انجمن نعمانیہ لاہور کو ملک العلماء کی بابت تحریر فرمایا تھا، اس میں ان کی تمام تر صلاحیتوں اور خوبیوں کو امام نے خود ظاہر فرما دیا ہے اور ان کی اہمیت وعظمت واضح کر دی ہے، لکھتے ہیں:

''مکرمی مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد میں تحصیل علوم کی، اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں، میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا:

(سنی خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں۔ (۲) عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں۔ (۳) مفتی ہیں، (۴) مصنف ہیں، (۵) واعظ ہیں، (۶) مناظرہ بعونہٖ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علماء زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں، امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔

فقیر بتوفیق اس کا احیاء کیا اور سالانہ اصحاب بنا چاہے جس میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر گھر جا بیٹھے انہوں بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب ونصف النہار ہر روز وتاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لئے بھی بناتے ہیں، فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے، اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مکتوب ۱)

اس مکتوب پر کوئی تبصرہ نہ کر کے صرف امام کے اس جملے ''فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے'' پر توجہ دلا کر نگاہ رضا میں ملک العلماء کی عظمت واہمیت دکھانا چاہتا ہے۔ اہل نظر خود محسوس کریں۔

امام احمد رضا دینی، روحانی اور علمی پیشوا، ایک عبقری اور ہمہ جہت شخصیت کے سچے نائب ومظہر میں جو خوبیاں ہونی چاہیے تھیں، وہ سبھی ملک العلماء میں موجود تھیں۔

خلفائے امام احمد رضا میں ملک العلماء سے زیادہ کثیر التصانیف دوسرا نہیں ہے، انہوں نے مختلف نقلی اور عقلی علوم وفنون پر بالخصوص فقہ، حدیث، سیر، نحو، فلسفہ، منطق، توقیت، ہیئت اور نجوم وغیرہ پر ستر کتابیں لکھی ہیں۔

''الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری'' ان کی سب سے زیادہ مشہور اور عظیم تالیف ہے، اس کے چار حصے تقریباً ایک ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں احادیث کی تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔

رضویات پر ان کی تین کتابیں بہت ہی مشہور ہیں اور اولیات ملک العلماء میں شمار ہوتی ہیں، وہ ہیں (۱) حیات اعلیٰ حضرت (۲) چودھویں صدی کے مجدد (۳) ''المجمل المعدد فی تالیفات المجدد'' جہان سنیت اور دنیائے علم وادب کو سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی حیات وشخصیت اور کارناموں سے روشناس کرانے والی پہلی شخصیت سیدنا ملک العلماء ہی کی ہے، آج گلشن رضویات کو توسیع اور تزئین اور آرائش میں جو باغبان و پاسبان مصروف عمل ہیں، انہیں عزم وحوصلہ عطا کرنے، گلشن کی آبیاری اور چمن بندی کا انداز سکھانے والوں میں پہلا نام انہیں ملک العلماء کا ہے، آج کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' ماہرین رضویات اور مسافران راہ رضویات کے لئے ماخذ اور منارۂ نور بنی ہوئی ہے۔

امام احمد رضا مکتوبات کے آئینے میں

مولانا مصطفےٰ علی مہتابی

کسی بھی شخصیت کے اصلی خدوخال پڑھنے کے لئے اس کے خطوط ومکتوبات کا مطالعہ سب سے بہترین مواد فراہم کرتا ہے۔نجی مکتوبات میں تصنع اور بناوٹ کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے۔ہر لفظ بے لاغ اور ہر جملہ برجستہ ہوتا ہے۔ مکتوبات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اشخاص کی زندگی کا صحیح آئینہ دار ہوتے ہیں مکتوبات میں مکتوب نویس کی زندگی آداب والقاب کے بوجھ تلے دب کر نہیں رہ جاتی ہے بلکہ ایک صاف شفاف تالاب میں کمل کے پھول کی طرح ابھر کر وہ جلوہ طرازیاں کرتی ہے کہ دیکھنے عش عش کرنے لگتے ہیں۔

دنیا کے ادب میں مکتوبات نے بھی ایک ادبی حیثیت حاصل کرلی ہے۔اور شخصیتوں کی زندگی کے ہر گوشہ کو نمایاں کرنے کا بہترین ذریعہ سمجھا جارہا ہے۔

مناظرہ:

ہم انہیں نظریات کی روشنی میں امام احمد رضا کے مکتوبات کا مطالعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں آپ اپنے خط مرقومہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ بنام مولوی ظفرالدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''کلکتہ میں دیابنہ کا جلسہ تھا وہاں بھی جاکر مناظرہ کا غل کیا پندرہ پندرہ ہزار روپے جمع کردینے ٹھہرے۔تاروں اور خطوط پر بارہ دن کا مکالمہ رہا، مگر نہ تھانویؒ نے اقرار مناظرہ کیا نہ دیابنہ جم سکے۔اسی طرح ماہ صفر میں رہتک ضلع پنجاب سے تھانوی صاحب نے پہلے خط پر فرار کیا''۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ مناظرہ سے دیوبندیوں اور وہابیوں کی عادت ثانیہ ہے۔مناظرہ سے پہلے تار اور خطوط کے ذریعہ الجھانے کی ہمیشہ کوشش نامسعود ان کا وطیرہ بھیمڑی کے مناظرہ میں بھی یہی سب کچھ ہوا تھا۔جس کی طرف امام احمد رضا نے اشارہ فرمایا ہے۔

شاگردوں سے محبت:

آپ اپنے شاگردوں سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے اور ان کی علمی قابلیت کو سراہتے تھے چنانچہ خلیفہ تاج الدین احمد صاحب کو لکھتے ہیں:

''مکرمی مولانا ظفرالدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں اعز طلبہ سے ہے اور میرے بجان عزیز ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے

معین ہیں ۔میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں۔ سب سے یہ زائد ہے۔مگر اتنا ضرور کہوں گا۔

۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں ۔۲) عام درسیات بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں ۔۳) مفتی ہیں ۴) مصنف ہیں ۵) واعظ ہیں ۶ مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں ۷ علماء زمانہ میں ''علم توقیت'' سے تنہا آگاہ ہیں ۔امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء عامہ مسلمین سے اٹھ گیا۔فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بن پائے ۔جس میں بعض نے انتقال کیا۔اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے، انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب ونصف النہار ہر روز وہ تاریخ کیلئے اور ہر جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لئے بھی بناتے ہیں۔

یہ خط ۵؍شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ کو لکھا گیا تھا۔

اس خط کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ''امام احمد رضا علم توقیت'' سے کما حقہ واقفیت رکھتے تھے جبھی تو اپنے ایک شاگرد کے ''علم توقیت'' پر عبور کو کس درجہ اعتماد کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اور یہ اظہار بھی مترشح ہے کہ اپنے زمانے میں علم توقیت سے لوگوں کی عدم توجہی پر ماتم کناں ہے اور اس علم کی اہمیت پر زور دینے کے لئے فرماتے ہیں کہ ''امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے:

''آج کی ہماری علمی درسگاہیں جنہیں ہم دارالعلوم کہتے ہیں اس علم سے کسی قدر نا بے خبر ہیں۔علم توقیت وہ علم ہے جس کے ذریعہ اوقات طلوع وغروب ونصف النہار برائے زمانہ مستقل آج بتایا جاسکے۔اس کے لئے علم ہیئت وریاضی اور طول البلد وعروض البلد کا جاننا بھی ضروری ہے۔

وہابیہ کی فطرت:

ایک خط میں جو مولوی ظفرالدین صاحب کے نام ہے، لکھتے ہیں:

''لہٰذا یہ پرندہ بیرنگ مرسل ہے۔وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے، مدت سے ان کی تمنا تھی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے۔

نوٹ کیجئے وہابیوں کی فطرت کا کتنا اچھا تجزیہ کیا ہے۔ وہ ہمیشہ سنیوں کو الجھانے کے لئے ''اصول دین'' سے ہٹ کر کسی ''فرعی مسئلہ'' کو چھیڑ دیتے ہیں۔یہ سنیوں کے لئے انتباہ ہے۔

سفید داغ کا مجرب نسخہ:

امام احمد رضا جنہیں طب میں بھی شغف تھا۔مرد سفید داغ کے لئے ایک مجرب نسخہ تحریر فرماتے ہیں۔صندل سفید ایک ماشہ، سم الفار سنکھیہ ایک ماشہ، ہر دو را خوب سحق کردہ قدرے بر داغ سفید خوب بمانند تا آنکہ آب از آں داغ برآمد۔ہر دو وقت بمالند جوش خواہد کرد روغن بر آتش داشتہ تکیہ برگ نیم درآں اندازند وقتیکہ سوختہ شد۔برادر درروغن بر جراحت رسانندہ خواہد شد وبدن برنگ اصلی می

رسد۔

ترجمہ: صندل سفید ایک ماشہ رسم الفار سنکھیہ ایک ماشہ، دونوں کو خوب تحق کر کے اس سفید داغ پر خوب ملیں، یہاں تک کہ اس میں سے پانی نکلنے لگے۔ دو وقت ملے، تیل کو آگ پر خوب جوش دے کر اس میں نیم کی پتیوں کو ٹکیا بنا کر تیل میں اتنا پکائیں وہ جل جائیں بعد ازاں تیل کو صاف کر کے مالش سے پیدا ہونے والے زخموں پر لگائے جسم کا رنگ اپنی اصلی حالت پر آ جائے گا۔

شب براءت کی فضیلت:

ایک خط میں شب براءت کی فضیلت تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمان سچے دل سے ایک دوسرے سے محبت کرے، آپس میں نفاق نہ رکھے کہ نفاق مولیٰ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ سچے دل سے صلح و معافی ہونی چاہیے، مصالحت اخوان اور معافی حقوق یہ مسلمانوں کا شیوہ ہے۔

اس لئے اس کے اجراء میں کوشش ہونی چاہیے، یہ سنت حسنہ ہے۔ اسی لئے امام احمد رضا جو مردہ سنتوں کو زندہ کرتے تھے، اپنے منصب مجددیت کے فرائض کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ خط کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شب براءت قریب ہے، اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل بطفیل حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے، مگر چند ان میں وہ دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے: ان کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح نہ کر لیں۔ لہٰذا اہل سنت کو چاہیے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتاب ۱۴ شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کر لیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کر دیں یا معاف کرا لیں کہ باذنہ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائف اعمال خالی ہو کر بارگاہ عزت میں پیش ہوں۔ حقوق مولیٰ تعالیٰ کے لئے توبہ صادقہ کافی ہے۔ التائب من الذنب کمن لاذنب له۔

ایسی حالت میں باذنہ تعالیٰ ضرور اس شب میں امید مغفرت تامہ ہے، بشرط

صحت عقیدہ وہو الغفور الرحیم۔ یہ سب مصالحت اخوان ومعافی حقوق بحمدہ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے، امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجراء کر کے "من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجره واجر من عمل بها الی یوم القیامة لاینقص من اجورهم شیئاً کے مصداق ہوں۔

یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں۔ ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے اور اس فقیر ناکارہ کے لئے عفو وعافیت دارین کی دعا فرمائیں۔ فقیر آپ کے لئے دعا کرے گا اور کرتا ہے۔ سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ

نفاق پسند ہے۔ صلح و معافی سب سچے دل سے ہو۔

علم کی پیاس:

ایک خط میں اپنی طویل علالت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''۲۲ رذی قعدہ سے آج ۲۲ رربیع الاول شریف تک کامل ۴ مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی۔ مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا، جمعہ کے لئے لوگ کرسی پر بٹھا کر لیجاتے اور لے آتے، اسی بیماری میں المنک ۱۹۱۸ء منگانی یاد نہ رہی۔''

اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا کو بیماری کے عالم میں بھی علم سے جو شغف تھا وہ بدرجہ اتم تھا، مطالعہ جاری رہتا تھا۔ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ مطالعہ سے خالی نہیں تھا۔

دوسرے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مطالعہ کے معاملے میں اعلیٰ حضرت متعصب نہیں تھے بلکہ کتاب خواہ انگریز کی لکھی ہو یا کسی بے دین کی، ضرور مطالعہ فرماتے تھے اور اس سے فیض اٹھاتے تھے۔

المنک اس کتاب کو کہتے ہیں۔ جس میں ستاروں کی چال، اوقات طلوع وغروب وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ جس کو ہندی میں پنچانگ کہتے ہیں۔ یہ اسپینی عربی لفظ المناخ سے مشتق ہے۔ کچھ علماء لسانیات کا کہنا ہے کہ یہ مصری لفظ "المنیخیا" سے مشتق ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم کے معاملے میں انسان کو وسیع النظر ہونا چاہیے۔

فتاویٰ نویسی:

ایک خط میں امام احمد رضا نے اپنی دینی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے پہلا فتویٰ ۱۳ ارسال کی عمر میں لکھا تھا، اور ۱۳۳۶ھ تک ان کی فتاویٰ نویسی کی عمر ۵۰ سال ہوئی تھی۔

''فقیر نے ۱۴ ارشعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ اربرس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر ۷ دن اور زندگی بالخیر ہے تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے۔

تنگ نظری کا بے بنیاد الزام:

دشمنان امام احمد رضا نے یہ بے پر کی بات اڑا رکھی ہے کہ اعلیٰ حضرت کسی غیر سنی کی مجلس میں بیٹھنے سے تعصب کی حدت پرہیز کیا کرتے تھے۔ غیر سنیوں سے کسی قسم کی ہم مجلسی اور گفت وشنید کو برا سمجھتے تھے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

''۱۳ ارتا ۱۵ اررجب مطابق ۲۴ تا ۲۶ ر مارچ سے گاندھویوں وگاندھی وادیوں کا بھاری جلسہ بریلی میں ہونے کو ہے احباب کی رائے ہے کہ اپنے علماء بھی ایام ندوہ کی طرح جمع ہوں، اگر یہ قرار پایا تو آپ کا آنا ضرور ہوگا۔ تیار رہئے اگر میں ۱۱ یا ۱۲ اررجب کو تار دوں تو باذنہ تعالیٰ فوراً تشریف لائیے۔

اس خط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا ایسے جلسوں میں شریک ہونے کو مفید سمجھتے تھے۔ جو مشترکہ مقاصد کے حصول کے لئے منعقد ہوتے تھے۔

چنانچہ امام موصوف اپنے نقطہ نظر اور سنی موقف کی وضاحت کے لئے اشد ضروری خیال فرماتے تھے کہ شرکت کی جائے۔

امام موصوف کو اس ''نباضی وقت'' اور ''مدبرانہ روش'' کو مجروح کرنے کے لئے ہمارے بعض علماء بھی غیر شعوری طور پر اسیران توہب کے پروپیگنڈے کے شکار ہو گئے، اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں، ہماری سمجھ میں صرف یہ آتا ہے کہ چونکہ ان علماء کا مبلغ علم سطحی ہوتا ہے، اس لئے ان میں احساس کمتری کے ساتھ جارحانہ علیحدگی پسندی بھی پیدا ہوگئی۔ صرف درسی کتب کا مطالعہ کافی نہیں ہے ،جیسا کہ امام احمد رضا نے اپنے ایک خط مرقومہ ۱۵/ذی الحجہ یوم الاحد ۱۳۳۶ھ میں تحریر فرمایا ہے۔

''درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا نہ کہ واعظ جسے سوائے طاقت لسانی کوئی لیاقت جناں درکار نہیں''۔

اس لئے ہم علیحدگی پسندی کے رجحانات کو ترک کریں اور غیر سنیوں کو بائیکاٹ کرنے کے بجائے ،انہیں اپنے موقف سے آگاہ کریں۔ ہماری پالیسی میں بڑی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، وہابیت اور دیوبندیت کی اپنی عدم موجودگی سے قیادت کے اعادہ کا موقع ہرگز نہیں دینا چاہیے۔

بیمہ یا انشورنس:

بیمہ یا انشورنس سے متعلق عام مسلمان غلط فہمی کا شکار ہیں، امام احمد رضا نے اپنے ایک خط کے ذریعہ اس گتھی کو بھی سلجھا دیا۔ یہ اور انتہائی سادہ اور آسان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

''جبکہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں، تو جائز ہے ،حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمے کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو، جیسے روزں یا حج کی ممانعت''۔

ظاہر ہے کہ وہ فعل جو خلاف شرع کا احتیاط کا پابند بناتا ہو مسلمان کے لئے کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے اور بیمہ ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کرتا ہے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

امام احمد رضا کو جو بے پناہ عشق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا، اس کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اسی والہانہ عشق کا تذکرہ اپنے ایک خط بنام مولوی عرفان علی اس طرح کرتے ہیں کہ ہندتو ہند مکہ میں مرنے کے لئے بھی راضی نہیں ہیں، بلکہ ان کی دلی تمنا ہے کہ مدینہ طیبہ میں اپنی جان دیں۔ کیا محبت ہے کیا جذبہ ہے۔

''وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہندتو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے۔ اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔

مشـ